يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا

ترجمہ: کنزالایمان: اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو

(سورۃ الحجرات، آیت:06)

مَن گھڑت روایات کا تحقیقی جائزہ

تحقیق وتدوین

سرشیخ الحدیث والتفسیر اُستاذ العلماء

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عمران قادری المدنی حنیف

مفتی دارُالافتاء اہلسنت کنزالایمان شاہدرہ لاہور

پیش کردہ: دارالافتاء اہلِ سنت کنزالایمان شاہدرہ لاہور

تمہید والمیہ

بندہ ناچیز کی طرف سے اِن راویات کو جمع کرنے کا مقصد صرف عوام الناس تک باہم حق اور سچ پہنچانا ہے تا کہ لوگ کسی نا کردہ گناہ میں مبتلاء نہ ہوں، کیونکہ ہمارے معاشرے یہ خرابی (موضوع روایات) بیان کرنے کی آج کل کے جاہل اور بے پڑھے واعظوں کی ہے جن کو نہ ہی علم ہے اور نہ ہی وہ معتبر کتابوں سے روایات کو نکال سکتے ہیں۔ اِس کی بہت ساری بنیادی وجوہات ہیں جو آگے چل کر بیان ہونگی۔ الغرض ایسے واعظین اُردو کی کتابوں میں سے رنگین مضامین یاد کر لیتے ہیں تا کہ وعظ میں خوب دلچسپی ہو۔ جھوٹی بات کا کی ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ اُس میں رنگینی خوب ہوتی ہے (اِس کی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس کو اِس بارے قطعی طور پر علم نہیں ہوتا) اور سامعین کو نفسانی لطف خوب آتا ہے اور بات رنگینی نہیں ہوتی۔

ایک ناول اُٹھا کر پڑھیں جس میں جنگ کے حالات وواقعات ہوں، اُس میں دلچسپی تو ہوگی لیکن بات میں رنگینی نہیں ہوگی۔ ایسے ہی واعظین کا من گھڑت واقعات وروایات کو بیان کرنے اور لگا تار بیان کرنا اِس میں عوام الناس کی دلچسپی تو ہے لیکن بات میں رنگینی نہیں ہوتی۔

من گھڑت واقعات وروایات کو بیان کرنے کی چند وجوہات:

(1) واعظ کا مستند عالم نہ ہونا۔

(2) اُردو کی تقاریر والی کتابوں (بارہ تقریریں، 92 خطبات، مواعظ رضویہ، کنز الخطیب، خطبات صمدانی وغیرہ وغیرہ) کو رَٹ کر عوام الناس میں خطابت کا رنگ جمانا۔

(3) عربی عبارات، متن، سند کا علم وعبور نہ ہونا۔

(4) اصل ماخذ کا علم ہی نہ ہونا۔

(5) باقاعدہ درس نظامی پڑھا ہوا نہ ہونا، بلکہ ہمارے ہاں تو اب المیہ یہ ہے کہ مدرسے کا ایک سال پڑھ کر کسی مقرر کو کاپی کر کے تقریر سیکھ کر واعظ علامہ، فہامہ، خطیب الاسلام، خطیب بے مثال، خطیب لاجواب، پاسبان مسلک رضا، مناظر، خطیب ذیشان اللہ جانے کیا کیا بیسیوں القابات ساتھ لگوا کر عوام کے جذبا اور ایمان سے کھیلتے ہیں وہ بھی چند روپوں کی خاطر۔

(6) تحقیق کے بغیر یا کسی مستند عالم دِین سے رابطہ کے بغیر کسی بھی روایت کو بیان کر دینا۔

(7) مسائل شرعیہ وفقہیہ سے ناواقف ہونا، اور سب سے بڑا المیہ جس میں ہماری عوام اِس وقت مکمل طور پر گھر چکی ہے وہ ہے اِن جاہل خطیبوں، واعظوں، کا طرح طرح کی سُریں لگا کر عوام کو چسکے دِلانا اور اِس نیت سے دِلانا کہ آئندہ سال بھی ہمیں بلائیں گے۔

اب یہ من گھڑت واقعات اور روایات پڑھے ہی اِسی لئے ہیں جاتے ہیں وعظ میں رنگ آئے، جاہلوں کے نزدیک تو اِن وعظوں میں رنگ آتا ہے اور وہ برستے ہیں اور علماء وعارفین کے نزدیک "انوار" نہیں بلکہ "نار" برستی ہے۔ دلیل اِس حدیث میں ہے:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ:

"من كذب علي متعمداً، فليتبو أمقعده من النار"

ترجمہ: "جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے، وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔"

(صحیح بخاری، کتاب العلم، جلد 01، صفحہ 57، رقم الحدیث: 110، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیکھئے کس قدر سخت وعید ہے اور یہ صحیح حدیث کیا بتلاتی ہے؟ یہ حدیث ایسی مجلسوں میں جہاں موضوعات بیان کی جائیں "نار" کا برسنا ثابت کرتی ہیں یا پھر انوار کا؟۔۔۔۔

روایات کو بیان کرنے میں غلو اور اسباب

من گھڑت باتیں شریعت کے کسی بھی فائدے کے لئے بیان کرنا بھی غلط ہے:

بعض جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بلکہ غضب کر رکھا ہے کہ اور سمجھتے ہیں کہ موضوع باتیں شریعت کے کسی فائدے کے لئے ہیں اِس لئے یہ بیان کر دینا درست ہے جیسے نماز کے متعلق ایسے فضائل بیان کر دیئے جائیں جن کی قرآن وسنت میں کوئی اصل ہی موجود نہ ہو۔

سمجھ لیں کہ یہ بالکل غلط ہے اور اِس دو خرابیاں ہیں:

(1) ایک تو اُس وعید کو اپنے سر لینا جو حدیث میں بیان ہوئی ہے:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ:

"من كذب علي متعمداً، فليتبو أمقعده من النار"

ترجمہ: "جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے، وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔"

(صحیح بخاری، کتاب العلم، جلد 01، صفحہ 57، رقم الحدیث: 110، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(2) شریعت کی طرف ایک نیا مسئلہ منسوب کرنا کہ ایسا اِس سے جائز ہے نیز اِس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ شریعت کامل نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ شریعت میں کہیں منقول نہیں، حالانکہ شریعت اِسلامی کامل ومکمل ہے۔

غلط روایات کو بیان کرنا ایجاد فی الدین ہے:

غلط روایات کو بیان کرنا درحقیقت یہ ظاہر کرنا ہے کہ دِین میں اِس فضلیت کی کمی رہ گئی تھی اُس کی سینکڑوں مثالیں ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹے واقعات منسوب کر دینا (جو آگے موضوع میں موجود ہیں)

حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اہل بیت اطہار وصحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں من گھڑت واقعات کا بیان کر دینا۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی المعروف حضور سیدی غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے شمار جھوٹی کرامات کو بیان کر دینا۔

یہ سب ایجاد فی الدین ہے اور تجربہ سے ثابت ہوسکتا ہے یہ صرف اُن لوگوں کے علم اور نظر کا قصور ہے کہ اُن کو واقعی فضائل نماز معلوم نہیں، حدیث کی کتابوں میں واقعی فضائل اتنے موجود ہیں کہ ساری عمر بیان کئے جاؤ تو بھی ختم نہ ہوں، پھر کیا ضرورت ہے کہ جھوٹ بولا جائے۔

جھوٹے فضائل میں فطری ظلمت ہے، نیز موضوع روایات زبان کے بدترین گناہوں میں سے ہیں:

جھوٹے فضائل میں یہ اثر کہاں؟ جھوٹی روایات سے اُس وقت تو جوش ہوتا ہے لیکن اِن میں طفری ظلمت ہوتی ہے کہ قلوب اُن کو قبول نہیں کرتے، اور مجلس سے اُٹھتے ہی اُن کا ذرا بھی اثر باقی نہیں رہتا، چنانچہ دیکھ لیں کہ مصنوعی وعظوں میں کیا اثر ہے۔ اہل اللہ اور محققین کے وعظوں میں کیا اثر ہے۔

ضروری نقطہ:

آج کل کے واعظوں اور جاہل خطیبوں کی بھرمار کی وجہ سے جو محقق و مدرس علماء کا استحصال ہو رہا ہے اِس کا نقصان شاید ہی قیامت تک پورا ہو ایک جملہ کسی نے بڑا ہی کمال کا کہا تھا جو آج کے وقت کا متقاضی ہے:

جن کے پاس سرمایہ ہے اُن کے پاس علم نہیں　　جن کے پاس علم ہے اُن کے پاس سرمایہ نہیں

آج بخوبی دیکھا جا سکتا ہے جن کے پاس علم نہیں وہ بڑی بڑی گاڑیوں میں گھومتے ہیں عالی شان گھروں میں سکونت پذیر ہیں اور ایک وہ عالم کہ جنہوں نے پچاس سال سے زیادہ دِین پڑھایا جب دُنیا سے گئے تو حال یہ تھا اپنا ذاتی گھر تک نہ ہو۔۔۔۔ خدایا علماء کی قدر کریں۔ ۔۔۔ بعض اہل قلب کے وعظوں کی مجلس میں جنازے اُٹھ گئے ہیں، یہ اصلی اور واقعی باتوں کا اثر ہے، مصنوعی، مصنوعی ہے اور اصلی، اصلی ہے، خوب سمجھ لیں کہ موضوع روایات اور کتابیں پڑھنا جائز نہیں اور یہ بھی زبان کے بدترین گناہوں میں سے ہے۔۔۔

من گھڑت روایات لکھنے والا، پڑھنے والا، شائع کرنے والا سب گناہ گار ہیں:

۔۔ جہاں ہمارے معاشرے میں جاہل خطباء کی بھرمار ہے وہیں معاشرے کی خواتین بھی کم نہیں ہیں کوئی "قصہ ماہِ رمضان" پڑھتی ہے تو کوئی "معجزہ بی بی فاطمہ" کوئی "دس بیبیوں" کی کہانی پڑھتی تو کوئی "معجزہ آل نبی" پڑھتی ہیں۔ یہ سب کتب و رسائل موضوعات پر مشتمل ہیں لہذا اِس کا پڑھنے والا، لکھنے والا، اور شائع کرنے والا سب گناہ گار ہیں، مطبع والوں نے بھی آج کل یہ حلیہ تراشا ہوا ہے کہ ہم تو اپنی محنت کے دام لیتے ہیں، راست و دروغ برگردنِ راوی (صحیح و غلط راوی کے ذمہ ہے) مصنف اپنی تصنیف کا خود ذمہ دار ہے، اِس کا جواب یہ ہے کہ ایک بار کسی باغی کی کوئی تصنیف کردہ کتاب یا اشتہار بھی چھاپیں، اور اگر عدالت میں یہ جواب طلب ہو تو کہہ دیجئے کہ ہم نے تو صرف محنت کی اُجرت لی ہے راست و دروغ برگردنِ راوی، مصنف سے جواب طلب کیا جائے تو دیکھیں گے کہ یہ جواب دیکھ کر واقعی مطبع والے چھوٹ جائیں گے یا نہیں؟۔۔

من گھڑت روایات کے ساتھ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا نام لگا دینے سے اُن کا پڑھنا جائز نہیں ہوتا بلکہ یہ توعین گستاخی و معصیت ہے:

اب خود اِنصاف کریں کہ امتثالِ حکم ادب ہے، یا یہ ادب ہے کہ حکم کو چھوڑ کر اپنے دِل میں جو کچھ آئے اُس کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ جن کتب و رسائل میں موضوعات موجود ہیں اُن کا پڑھنا کہاں سے جائز ہوگا اور صرف اللہ و رسول ﷺ کا نام لگا دینے سے اُن کا پڑھنا کہاں سے جائز ہوگا؟ بلکہ یہ توعین گستاخی اور معصیت ہے کہ جھوٹ بھی لگایا تو اللہ و رسول ﷺ کے نام کے ساتھ

لگایا، اول تو اِن میں مضامین خلاف شرع ہیں اور دوسرے اور مفاسد بھی ایسے موجود ہیں کہ جن کی وجہ سے منع ہی کو ترجیح ہو سکتی ہے۔

جب تک محدثین کے نزدیک حدیث ثابت نہ ہو، ہر کتاب میں لفظ حدیث دیکھ کر اُس کے حدیث ہونے کا یقین نہیں کرنا چاہیے:

جب تک محدثین کے ہاں حدیث ثابت نہ ہو، ہر کسی کتاب میں لفظِ حدیث دیکھ کر اُس کے حدیث ہونے کا یقین نہیں کر لینا چاہیے کہ اُس پر محدثین کی مکمل جرح وتعدیل موجود ہوتی ہے مکمل تحقیق کے بعد روایت کو بیان کیا جائے اگر معلوم نہیں تو وقطعاً بیان نہ کیا جائے جیسا بعض کتب میں روایت موجود ہوتی ہے اور نیچے بطور حوالہ صرف "حدیث یا الحدیث" لکھا ہوتا ہے یہی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے کہ جس میں تحقیق نہیں کی جاتی۔۔ بسا اوقات تو یہاں تک ظلم بھی دیکھا گیا ہے بخاری و مسلم لکھا ہوتا ہے حالانکہ وہ روایت یا حدیث اِن کتابوں میں ہوتی ہی نہیں۔ اب یہاں موضوع روایت کے متعلق ضروری وضاحت گوش گزار ہے:

موضوع کسے کہتے ہیں:

علم حدیث میں موضوع سے مراد وہ حدیث ہے جس کے بارے میں یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ وہ وضع (گھڑی) ہوئی، جھوٹی اور بناوٹی ہے۔ اِس کی جمع موضوعات ہے۔

موضوع حدیث کی تعریف:

اصطلاح حدیث میں جب کسی راوی میں یہ عیب ثابت ہو جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے اور من گھڑت باتیں ان کی طرف منسوب کرتا ہے تو اِس کی روایت کو موضوع کہتے ہیں۔

لغوی معنی:

یہ لفظ وضع سے بنا ہے وضع الشئ کا معنی ہے فلاں نے کسی شے کو گرا دیا روایت کے موضوع کہنے کی بھی وجہ یہی ہے کہ رتبہ اور مقام کے اعتبار سے یہ انتہائی نیچے اور گری ہوئی ہوتی ہے۔

اِصطلاحی معنی:

محدثین کی اصطلاح میں اِس کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

وہ جھوٹی، مصنوعی اور خود ساختہ بات جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو حدیث موضوع کہلاتی ہے۔

موضوع روایت کے بیان کرنے کا حکم:

موضوع روایت کو بیان کرنا سخت ناجائز وحرام وگناہ ہے اور بیان کرنے والے پر توبہ لازم ہے اِس کی وعید اُوپر گزر چکی ہے۔

اِن اِصطلاحات کا یہی اختصار کیا جاتا ہے اور نئے ایڈیشن میں مکمل تفصیل کے ساتھ مندرجات کو بیان کیا جائے گا ذیل میں اب اُن روایات کو بیان کیا جاتا ہے جو ہمارے معاشرے میں مشہور ہیں اور جاہل واعظ اور خطباء بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں۔

من گھڑت روایات کی تحقیق

سوال: 01: ایک بڑھیا نبی کریم ﷺ پر کوڑا پھینکا کرتی تھی۔ ایک دن جب اُس نے کوڑا نہ پھینکا تو نبی کریم ﷺ اُس کے گھر پتہ کرنے گئے تو وہ بیمار تھی تو نبی کریم ﷺ نے اُس کی تیمارداری کی اور وہ نبی کریم ﷺ کا اَخلاق دیکھ کر مسلمان ہوگئی۔

جواب: مذکورہ روایت بالکل بے اَصل و من گھڑت ہے، ذخیرہ اَحادیث کی کسی مستند کتاب میں روایت موجود نہیں ہے، لہذا اِس کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے حدیث کہنا، بیان کرنا ناجائز و حرام و گناہ ہے اور اِس پر سخت وعید موجود ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ: وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: ''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرے۔''

(صحیح بخاری، جلد ۰۱، صفحہ ۴۲، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۱۱۰، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

سوال: 02۔ کیا حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان میں ''شین'' کو ''سین'' پڑھا کرتے تھے؟ اور اُن کو اِس وجہ سے اذان دینے سے روکا گیا تو اُس صبح سورج طلوع ہی نہیں ہوا اور کیا اُن کی زبان میں لکنت تھی؟۔ اِس روایت کی کیا حقیقت ہے؟ کیونکہ اکثر نعت خواں، خطیب حضرات اور قوالوں ایسی روایت بیان کرتے پڑھتے سنتے ہیں۔

جواب: حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے واقعی یہ روایت بہت مشہور ہے جسے نعت خواں، خطیب حضرات بڑے جان دار طریقے سے بیان کرتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ روایت بلکل بے اَصل و من گھڑت ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور ایسی من گھڑت روایات کو جانتے ہوئے بھی کہ جھوٹی ہے بیان کرنا گناہ ہے اور دھوکہ ہے اور طلب دولت کی حوس کے سوا کچھ نہیں۔

اِس روایت کے من گھڑت اور موضوع ہونے کے حوالے سے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ:

جب حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کے متعلق خواب دیکھا اور نبی کریم ﷺ کو صبح اپنا خواب سنایا تو نبی کریم ﷺ نے اُن کو حکم فرمایا: فقم مع بلال فالق علیه ما رایت فلیؤذن به فإنه اندی صوتا منك۔

ترجمہ: ''تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور اُسے وہ کلمات بتاؤ جو تم نے اذان دیتے ہوئے دیکھے ہیں کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند اور خوبصورت ہے۔'' (سنن ابی داؤد، باب کیف الاذان، جلد ۰۱، صفحہ ۱۳۸، رقم الحدیث: ۴۹۹، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

چنانچہ اِسی کے موافق البدایہ والنہایہ میں ہے کہ:

كَانَ مِنْ أَفْصَحِ النَّاسِ، لَا كَمَا يَعْتَقِدُهُ بَعْضُ النَّاسِ أَنَّ سِينَهُ كَانَتْ شِينًا، حَتَّى إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ يَرْوِي حَدِيثًا فِي ذَلِكَ لَا أَصْلَ لَهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ سِينَ بِلَالٍ عِنْدَ اللَّهِ شِينٌ

ترجمہ: ''حضرت بلال فصیح و بلیغ انسان تھے اور جو بات لوگوں نے گھڑلی ہے کہ حضرت بلال کی زبان میں لکنت تھی، یہاں تک کہ ایک روایت بیان کر ڈالی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بلال کا ''سین'' بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک شین ہے، اِس کی کوئی اصل نہیں ہے۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد ۰۵، صفحہ ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فتاویٰ شارح بخاری میں ہے:

’یہ واقعہ قوال وکم واقف مولوی حضرات سناتے ہیں یہ کچھ کتب میں درج ہے لیکن تمام محدثین کا اِس پر اِتفاق ہے کہ یہ روایت موضوع من گھڑت اور بالکلیہ جھوٹ ہے۔‘‘ (فتاویٰ شارح بخاری، جلد ۰۲، صفحہ ۳۸، مطبوعہ برکاتِ مدینہ کراچی)

اِس کے علاوہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی موضوعات کبیر، صفحہ ۲۳، المقاصد الحسنہ للسخاوی، جلد ۱، صفحہ ۳۹۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، التذکرۃ للزرکشی، جلد ۰۱، صفحہ ۲۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، فتاویٰ بحر العلوم، جلد ۰۵، صفحہ ۳۸۰، تذکرۃ الموضوعات، جلد ۰۱، صفحہ ۱۰۱، اِس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد ۰۵، صفحہ ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سوال: 03۔ کیا حضرت اُویس قرنی نے نبی کریم ﷺ کی محبت میں اپنے دانت شہید کر لئے تھے کیونکہ اِس روایت کو بھی نعت خواں، خطیب حضرات بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں۔

جواب: حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے دَندان شہید کرنے والا واقعہ کسی معتمد ذریعے سے ثابت نہیں ہے، لہذا اِس کو محافل میں بیان نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ علامہ نور الدین محمد بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

’’اعلم أن ما اشتهر على ألسنة العامة من أن أويساً قلع جميع أسنانه لشدة أحزانه حين سمع أن سنّ النبي صلى الله عليه وسلم أصيب يوم أحد ولم يعرف خصوص أي سن كان بوجه معتمد، فلا أصلَ له عند العلماء مع أنه مخالف للشريعة الغراء، ولذا لم يفعله أحد من الصحابة الكبراء على أن فعله هذا عبث لا يصدر إلا عن السفهاء ‘‘۔

ترجمہ: ’’جان لو کہ لوگوں کی جانب سے جو مشہور کیا جاتا ہے کہ حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام دانت توڑ دیے تھے، جب انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک کو اُحد کے دِن زخم پہنچا ہے اور اُنہیں متعین طور پر معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کے کون سے دانت مبارک کو زخم پہنچا ہے (اِس لیے سارے دانت شہید کر دیئے) علماء کے نزدیک اِس بات کی کوئی اَصل نہیں، باوجودیکہ یہ روشن شریعت کے خلاف ہے۔ اِسی وجہ سے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے بھی ایسا نہ کیا، مزید یہ کہ یہ ایک عبث فعل ہے، جو نادان لوگوں سے ہی صادر ہو سکتا ہے۔ (المعدن العدنی فی فضل اُویس القرنی، صفحہ ۳۰، دار الکتب پشاور)

فتاویٰ شارح بخاری میں ہے: ’’یہ روایت بالکل جھوٹ اور اِفترا ہے کہ جب حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا کہ غزوہ اُحد میں حضور اَقدس ﷺ کے دَندان مبارک شہید ہوئے تھے، تو اُنہوں نے اپنا سب دانت توڑ ڈالا، اور اُنہیں کھانے کے لیے کسی نے حلوہ پیش کیا۔‘‘ (فتاویٰ شارح بخاری، جلد ۰۲، صفحہ ۱۱۵، مکتبہ برکات المدینہ، کراچی)

فتاوی بریلی شریف میں ہے: ’’یعنی نبی کریم ﷺ کے رباعیہ دندان شہید ہو گئے اور اِس کی خبر حضرت اُویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی اور انہوں نے اپنے دانت شہید کر لیے، یہ روایت نظر سے نہ گزری اور غالبا ایسی روایت ہی نہیں ہے، اگرچہ مشہور یہی ہے۔‘‘

(فتاویٰ بریلی، صفحہ ۲۰۴، مطبوعہ رضا بک سنٹر لاہور)

سوال: 04۔ کیا حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کا زنا کرنے والا واقعہ من گھڑت ہے؟

جواب: جی ہاں یہ واقعہ بالکل من گھڑت اور بے اَصل ہے کیونکہ مذکورہ واقعہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ابوشحمہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ابوشحمہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی: لُہَیَّہ کے بطن سے تھے، اِن کو عبدالرحمٰن الاوسط بھی کہا جاتا ہے۔مذکورہ واقعہ شیخ ابوعبداللہ حسین بن ابراہیم الہمذانی الجورقانی نے اپنی کتاب الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاهیر میں حضرت سعید بن مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مجاہد بن خطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سند سے ذکر کیا ہے:

حضرت سعید بن مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أخبرنا محمد بن عبد الغفار، قال: حدثنا أبو محمد هارون بن طاهر بن باهلة، إجازة أخبرنا أبو الفضل صالح بن أحمد بن أحمد بن محمد بن صالح، في كتابه، أخبرنا أبو عبد الله الحسن بن علي، قراءة، قال: حدثنا محمد بن عبيد الأسدي، قال: حدثنا محمد بن الصلت، قال: حدثنا أبو الأحوص، عن سعيد بن مسروق، قال: كانت المرأة تدخل على آل عمر، أو منزل عمر، قال: ومعها صبي، فقال: من ذا الصبي معك؟ قال: فقالت: هو ابنك، وقع علي أبو شحمة، فهو ابنه، قال: فأرسل إليه عمر فأقر، فقال عمر لعلي رضي الله عنه: اجلد واضرب قال: فضربه عمر خمسين ضربة وضربه علي خمسين، قال: فأتي به، فقال لعمر: يا أبة! قتلتني، قال: إذا لقيت ربك -عزوجل- فأخبره أن أباك يقيم الحدود۔

ترجمہ: حضرت سعید بن مسروق فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے پاس یا ان کے گھر میں ایک عورت آئی جس کے ہاتھ میں ایک بچہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ بچہ کون ہے؟ تو عورت نے جواب دیا کہ یہ بچہ آپ کا بیٹا ہے؛ کیونکہ میرے ساتھ ابوشحمہ نے ہمبستری کی تھی اور وہ آپ کے بیٹے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوشحمہ کو پیغامِ (استفسار) بھیجا، تو انہوں نے (خاتون کے دعوے کا) اقرار کرلیا۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ (ابوشحمہ کو) کوڑے مارو۔حضرت سعید بن مسروق فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابوشحمہ کو پچاس، پچاس کوڑے مارے، اس کے بعد ابوشحمہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کہا اے ابا جان! آپ نے مجھے مار ڈالا! حضرت عمر ؓ نے جواب دیا کہ جب تم اپنے پروردگار سے ملنا تو بتا دینا کہ تمہارا باپ حدود کو قائم کرتا ہے۔

(الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر، جلد ۰۲، صفحہ ۲۲۷)

اِسی کتاب کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں کہ:

"هذا حديث موضوع باطل، وإسناده منقطع... وهذا الحديث وضعه القصاص، فمن لم يتبحر في العلوم خفي عليه أن عمر -رضي الله عنه- جلد ابنا له يقال له: أبو شحمة بسبب الزنا، فنعوذ بالله من الكذب والبهتان والنفاق والخذلان."

ترجمہ: "یہ حدیث موضوع ہے و باطل ہے اور اِس کی اِسناد منقطع ہے، اور یہ روایت قصوں کے طور پر وضع کی گئی ہے۔۔۔۔۔الآخر۔۔

(الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر، جلد ۰۲، صفحہ ۲۲۸)

الآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ میں اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس روایت کے حوالے سے ہے کہ:

موضوع فيه مجاهد عن ابن عباس في حديث أبي شحمة ليس بصحيح.

ترجمہ: ''یہ روایت موضوع ہے اِس میں مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابی شحمہ کے حوالے سے روایت ذکر کی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔'' (اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ، جلد ۰۲، صفحہ ۱۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سوال: 05۔ وطن کی محبت اِیمان کا حصہ ہے، کیا یہ حدیث ہے؟ کیونکہ اکثر سکولوں میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے اور ہمارے بڑے بڑے اِداروں میں بطور حدیث اِن الفاظ کو بیان کیا جاتا ہے۔

جواب: وطن کی محبت کا ایمان کی علامت ہونا یا حصہ ہے، کسی مستند روایت سے ثابت نہیں، بالکل من گھڑت و بے اَصل ہے اور نہ ہی اِس طرح کی کوئی حدیث حضور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، لہذا مطلقا تو یہ جملہ کہنا غلط ہے، اور اِسے بطور حدیث آگے بیان کرنا درست نہیں۔ اس کے بارے میں تقریباً تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ روایت من گھڑت اور موضوع ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: حَدِيثُ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ، قَالَ الزَّرْكَشِيُّ: لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ، وَقَالَ السَّيِّدُ مَعِينُ الدِّينِ الصَّفَوِيُّ: لَيْسَ بِثَابِتٍ، وَقِيلَ: إِنَّهُ مِنْ كَلَامِ بَعْضِ السَّلَفِ، قَالَ السَّخَاوِيُّ: لَمْ أَقِفْ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حدیث حب الوطن من الایمان: زرکشی نے کہا: میں اس پر واقف نہ ہوسکا، سید معین الدین صفوی نے کہا: یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سلف کے کلام کا حصہ ہے (حدیث نہیں ہے) اور سخاوی نے کہا کہ میں اِس پر واقف نہیں ہوا''۔

(الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعہ، صفحہ ۱۸۰، مطبوعہ دار الامانۃ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

فتاویٰ رضویہ میں اِس طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت اِمام اہل سنت الشاہ اِمام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

''حب الوطن من الایمان (وطن کی محبت اِیمان کا حصہ ہے) نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کے یہ معنی، امام بدر الدین زرکشی نے اپنے جزء اور امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ اور اِمام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتشرہ میں بالاتفاق اِس روایت کو فرمایا: ''لم اقف علیہ'' (میں اِس سے آگاہ نہیں ہوسکا)۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ و رسول جل وعلا و ﷺ کی محبت میں اپنا وطن چھوڑیں، یار و دیار سے منہ موڑیں اور اُن کی سخت مذمت فرمائی جو حب وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ و رسول کی طرف مہاجر نہ ہوئے۔ وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵، صفحہ ۲۹۶، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال: 06۔ ''من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ'' جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اللہ کو پہچان لیا۔ یہ حدیث ہے یا کسی عالمِ دین کا قول ہے؟

جواب: یہ روایت کسی مستند کتاب میں موجود نہیں، البتہ اِمام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تفسیر کبیر'' میں بغیر سند کے اِس کو ذکر کیا ہے۔ (تفسیر کبیر، سورۂ مدثر، جلد ۳۰، صفحہ ۲۱۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تاہم اِن الفاظ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ثابت نہیں ہے بلکہ یہ یحیٰ ابن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے، چنانچہ اِمام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''إنّه ليس بثابتٍ''. (یہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے) حافظ صغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وَمن الأحاديثِ الموضوعةِ...قولُهم: (مَن عرف نفسَه فقد عرف ربَّه)"

ترجمہ: یہ روایت موضوع اَحادیث میں سے ہے ''یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اللہ کو پہچان لیا''۔

(موضوعاتِ صغانی، صفحہ ۳۵، برقم ۲۸، مطبوعہ دار المامون بیروت)

تدریب الراوی میں ہے: ''من عرف نفسه فقد عرف ربه "كنت كنزا لا أعرف"...وكُلُّها باطلةٌ لا أصلَ لها''

ترجمہ: یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اللہ کو پہچان لیا'' ''میں خزانہ تھا'' اِس کے بارے نہیں معلوم کیونکہ یہ سب باطل ہیں اور اِن کی کوئی اَصل نہیں۔'' (تدریب الراوی، النوع الثلاثون، جلد ۰۲، صفحہ ۶۲۶، مطبوعہ دار طیبہ)

سوال: 07۔ عالم کے پیچھے ایک نماز چار ہزار چار سو چالیس نمازوں کے برابر ہے۔ کیا یہ حدیث ہے اِس کی کیا اَصل ہے؟

جواب: یہ روایت باطل ہے جیسا کہ اِمام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المقاصد الحسنہ میں فرماتے ہیں:

''هو باطل كما قال شيخنا'' یعنی یہ روایت باطل ہے جیسا کہ ہمارے شیخ (ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا ہے۔ لہذا اسے بطور حدیث نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔ (المقاصد الحسنہ، صفحہ ۴۲۶، برقم ۶۲۹، دار الکتاب العربی)

سوال: 08۔ ''علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے''، کیا یہ حدیث ہے؟ کیونکہ اکثر اِس طرح کی روایت علم حاصل کرنے کی ترغیب میں بیان کی جاتی ہے اور سکول کی کتابوں اور سکولوں کی دیواروں پر لکھی ہوتی ہے۔ اِس کی اَصل کیا ہے؟

جواب: یہ روایت اِن الفاظ کے ساتھ ملتی ہے: اطلبوا العلم ولو بالصين یعنی علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں چین جانا پڑے اور اِسے اِمام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''شعب الایمان'' میں ذکر کیا ہے۔

(شعب الایمان، جلد ۰۲، صفحہ ۲۵۳، رقم الحدیث: ۱۶۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

روایت کی تحقیق: یہ روایت مسند الفردوس للدیلمی، جلد ۰۱، صفحہ ۷۸، رقم الحدیث: ۲۳۴، دار الکتب العلمیہ، تاریخ اصبہان لابی نعیم الاصبہانی، جلد ۰۲، صفحہ ۱۲۴، دار الکتب العلمیہ، المدخل الی السنن الکبری، رقم الحدیث: ۲۴۱، دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، اور دیگر کتب میں بھی موجود ہے۔

مذکورہ بالا کتب میں اِس روایت کو ''حسن بن عطیہ عن طریف بن سلیمان ابی عاتکہ عن انس'' کے طریق سے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ مرفوعاً نقل کیا گیا ہے، بعض روایات میں صرف ''اطلبوا العلم ولو بالصين'' اور بعض میں ''اطلبوا العلم ولو بالصين'' کے بعد ''فان طلب العلم فريضة على كل مسلم'' کے الفاظ کا اضافہ اور بعض میں صرف ''طلب العلم فريضة على كل مسلم'' کے الفاظ ملتے ہیں۔ ا۔ خطیب بغدادی نے بھی اِس روایت کو تین طرق سے بیان کیا ہے اور تینوں طرق کا مدار ''حسن بن عطیہ عن طریف

بن سلیمان ابی عاتکہ عن انس'' ہے۔ (المدخل الی السنن الکبری، رقم الحدیث:۳۲۵)

۲۔امام عقیلی نے ''الضعفاء'' میں ''حماد بن خالد الخیاط عن طریف بن سلیمان ابی عاتکہ عن انس'' کے طریق سے نقل کیا ہے (الضعفاء للعقیلی، جلد ۰۲، صفحہ ۲۳۰، مطبوعہ دار المکتبۃ العلمیہ بیروت)

۳۔''علامہ ابن عبدالبر'' نے اِس روایت کو ''جامع بیان العلم و فضلہ'' میں ''سفیان بن عیینہ عن الزھری عن انس بن مالک'' کے طریق سے نقل کیا ہے۔ ۴۔''علامہ ابن عدی'' نے ''الکامل فی الضعفاء الرجال'' میں اِس روایت کو ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے علاوہ ''حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' سے بھی نقل کیا ہے۔

(الکامل فی الضعفاء الرجال عربی، جلد ۰۵، صفحہ ۹۹، ۱۰۰، مطبوعہ مکتبہ وحیدیہ پشاور)

مذکورہ بالا روایت کے رواۃ پر محدثین کا کلام:

۱۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف طرق سے مروی روایت کا مدار ''حسن بن عطیہ عن طریف بن سلیمان ابی عاتکہ عن اَنس'' پر ہے، حسن بن عطیہ کے بارے میں علامہ اِبن جوزی نے فرمایا: ''حسن بن عطیہ'' کو ''اِمام ابوحاتم رازی'' نے ضعیف قرار دیا، لیکن ''علامہ اِبن جوزی'' کی یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ حسن بن عطیہ نام کے دو راوی ہیں: ایک ''حسن بن عطیہ العوفی'' اور دوسرے ''حسن بن عطیہ الکوفی'' ہیں، اور اِمام ابوحاتم رازی نے جس روای کی تضعیف کی ہے، وہ ''حسن بن عطیہ العوفی'' ہیں، اور ''حسن بن عطیہ الکوفی'' کو ''اِمام ابوحاتم رازی'' نے ''صدوق'' کہا ہے اور اُن کی توثیق کی ہے۔ (الجرح والتعدیل، جلد ۰۴، صفحہ ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۲۔خطیب بغدادی کے بیان کردہ تینوں طرق اور امام عقیلی کے بیان کردہ طریق کا مدار ''طریف بن سلیمان ابی عاتکہ'' ہیں، اور ''طریف بن سلیمان ابی عاتکہ'' کو اِمام بخاری نے ''منکر الحدیث'' (تاریخ البخاری الکبیر، جلد ۰۴، صفحہ ۳۵۷)، اِمام نسائی نے ''لیس بثقۃ'' اور اِمام دار قطنی نے ''ضعیف'' کہا ہے اور ''اِمام ذھبی'' نے اِن کے ''ضعیف'' ہونے پر محدثین کا اِجماع نقل کیا ہے۔ (میزان الاعتدال عربی، جلد ۰۳، صفحہ ۴۵۹، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۳۔علامہ ابن عبدالبر کے بیان کردہ طرق میں روای ''یعقوب بن اِسحاق العسقلانی'' پر محدثین نے جرح کی ہے۔

۴۔حضرت ابوہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی طریق کی سند میں ''احمد بن عبداللہ الجویباری'' کے بارے میں اِمام ذھبی نے فرمایا: ''احمد بن عبداللہ الجویباری'' ''کذاب'' (جھوٹا ہونے) میں ضرب المثل ہے۔ (میزان الاعتدال، جلد ۰۱، صفحہ ۱۰۸، دار المعرفہ)

روایت پر محدثین کی تحقیق اور کلام

علامہ ابن جوزی نے اس روایت کو ''موضوع'' (من گھڑت) قرار دیا ہے، اور علامہ اسماعیل عجلونی نے اِس روایت کے بارے میں فرمایا: اس روایت کو ابن حبان نے کہا کہ یہ باطل ہے اور علامہ ابن الجوزی نے اِس کو ''الموضوعات'' میں شمار کیا ہے، (لیکن) ہمیں حافظ مزی کا کلام پسند ہے کہ وہ اِس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: اِس حدیث کے متعدد طرق ہیں، جس کی وجہ سے حدیث درجہ حسن تک پہنچ سکتی ہے، اور (اِسی طرح) اِمام ذہبی ''تلخیص الواھیات'' میں فرماتے ہیں: یہ حدیث متعدد واہی (کمزور اور ضعیف) طرق سے روایت کی

گئی ہے، اور اِس کے بعض طرق صالح (قابلِ قبول) ہیں۔

لہذا سوال میں ذکر کردہ روایت کو ''موضوع'' (من گھڑت کہنا درست نہیں ہے، جیسا کہ ابو الحاسن محمد بن خلیل طرابلسی نے ''اللؤلؤ المرصوع'' میں فرمایا کہ علامہ ابن جوزی نے اِس کو موضوع (من گھڑت) روایت میں ذکر کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، جیسا کہ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے، بلکہ یہ روایت ''ضعیف'' ہے۔

مذکورہ بالا تحقیق کے نتیجے میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر چہ یہ روایت ضعیف ہے، لیکن ضعف اِس درجہ کا نہیں ہے کہ اِس کو اصلا موضوع (من گھڑت) ہی قرار دے دیا جائے، لہذا اِس روایت کو ضعف کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے بیان کرنا درست ہے۔

سوال:09۔ دوران نماز حضرت علی کے بدن سے تیر نکالنے والا مشہور قصہ اِس کی کیا حقیقت اور اَصل ہے۔؟

جواب: مذکورہ واقعہ بالکل من گھڑت اور بے اَصل ہے اور اہل سنت کسی مستند کتاب میں اِس کا حوالہ موجود نہیں ہے، نہ صحیح، نہ حسن، نہ ہی ضعیف روایت موجود ہے۔ حافظ عراقی اور علامہ سبکی رحمہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس کی کوئی سند نہیں مل سکی۔

(المغنی عن حمل الاسفار العراقی، صفحہ ۹۱۴، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت)

اِس لیے بظاہر یہ من گھڑت قصہ ہے۔ ایسے قصے نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔

سوال:10۔ جس کا کوئی پیر نہ ہو تو اُس کا پیر شیطان ہے کیا یہ حدیث ہے یا کسی کا قول ہے؟

جواب: مذکورہ الفاظ حدیث کے نہیں ہیں نہ ہی اِنہیں بطور حدیث پیش کیا جائے البتہ یہ بزرگانِ دِین کے اقوال میں اِس کا ذکر موجود ہے جس کا معنیٰ اور مقصد یہ ہے کہ جس کا کوئی پیر و مرشد نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے کہ جب انسان کو راہ ہدایت پر چلانے والا، سیدھی راہ دکھانے والا، رہنمائی کرنے والا مرشد ہی نہیں ہوگا تو ایسا انسان شیطان کے جال میں جلد پھنسے گا اور شیطان اسے برے راستے پر چلائے گا اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت اِمام اہل سنت الشاہ اِمام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس طرح کے سوال کے جواب میں اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

''ہاں اولیاء کرام قدسنا اللہ باسرارہم کے ارشاد سے دونوں باتیں ثابت ہیں اور عنقریب ہم ان دونوں کو قرآن عظیم سے اِستنباط کریں گے، ایک یہ کہ بے پیر افلاح نہ پائے گا، حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہ، عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں: سمعت کثیرا من المشائخ یقولون من لم یر مفلحا لا یفلح یعنی میں نے بہت اولیائے کرام کو فرماتے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا۔ بے پیر کا پیر شیطان ہے عوارف شریف میں ہے: روی عن ابی یزید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انہ قال من لم یکن لہ استاد فامامہ الشیطان یعنی سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہوا کہ فرماتے ہے جس کا کوئی پیر نہیں اُس کا پیر شیطان ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، صفحہ ۴۹۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۶، صفحہ ۵۷۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سوال:11۔ کیا ہاروت و ماروت اور زہرہ کا قصہ کسی حدیث سے ثابت ہے یا من گھڑت ہے؟

جواب: یہ سب من گھڑت واقعات ہیں مذکورہ روایت بنی اِسرائیل کی اُن حکایات میں سے ہے جسے انہوں نے گھڑ رکھا تھا، پھر وہاں سے حضرت کعب احبار نے نقل کیا اور اُن سے سلف میں سے کچھ لوگوں نے یہ واقعہ سن کر آگے نقل کرنا شروع کر دیا، لیکن اِس واقعہ کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تفسیر صراط الجنان میں ہے:

ہاروت، ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی آزمائش کیلئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ اُن کے بارے میں غلط قصے بہت مشہور ہیں اور وہ سب باطل ہیں۔ (تفسیر صراط الجنان، جلد ۱، صفحہ ۱۹۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دعوت اِسلامی)

اعلیٰ حضرت اِمام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہاروت اور ماروت کے بارے میں جو کلام فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''ہاروت اور ماروت کا واقعہ جس طرح عوام میں مشہور ہے آئمہ کرام اس کا شدید اور سخت انکار کرتے ہیں، اس کی تفصیل شفاء شریف اور اس کی شروحات میں موجود ہے، یہاں تک کہ اِمام اجل قاضی عیاض رَحْمَۃُاللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ''ہاروت اور ماروت کے بارے میں یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور ان کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہیں۔ اور راجح یہی ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی آزمائش کے لئے مقرر فرمایا کہ جو جادو سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ "اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ "ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔ اور جو ان کی بات نہ مانے وہ اپنے پاؤں پہ چل کے خود جہنم میں جائے، یہ فرشتے اگر اسے جادو سکھاتے ہیں تو وہ فرمانبرداری کر رہے ہیں نہ کہ نافرمانی کر رہے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۶، صفحہ ۳۹۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور) (تفسیر صراط الجنان، جلد ۱، صفحہ ۱۹۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دعوت اِسلامی)

سوال:12۔ ماہِ صفر کے ختم ہونے یا ماہِ رمضان کی بشارت دینے پر جنت کی بشارت دیتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: ماہِ رمضان کی خوشخبری دینے پر جنت کی بشارت سے متعلق روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے ہمیں نہیں ملی، اس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ ایسی من گھڑت روایات کو نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔ البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان المبارک آنے کی خوشخبری دیا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ رجب ابنِ حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب: لطائف المعارف میں روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بعض علماء نے رمضان المبارک کی خوشخبری دینے کے رواج پر اس حدیث کو مدار بنایا ہے کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان المبارک آنے کی خوشخبری دیا کرتے تھے اس لیے لوگوں میں بھی رمضان کی آمد کی خوشخبریاں دینے کا رواج چل پڑا ہے۔

(۱) نیز ماہِ صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری دینے پر جنت کی بشارت سے متعلق درجِ ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے:

من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة ''یعنی جو مجھے صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری سنائے گا، مَیں اس کو جنت کی خوشخبری سناؤں گا۔''

اِس روایت کو محدثین نے موضوع قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے ہمیں اِس کا کوئی حوالہ نہیں ملا۔ اِس روایت کے حوالے سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: حدیث: من بشرني بخروج صفر بشرته بالجنة لا أصل له۔

ترجمہ: ''یعنی جو مجھے صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری سنائے گا، مَیں اُس کو جنت کی خوشخبری سناؤں گا۔'' اِس روایت کی کوئی اَصل نہیں ہے۔

(الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، صفحہ ۳۳۷)

چنانچہ امام رضی الدین صغانی لکھتے ہیں:

من الْأَحَادِيث الْمَوْضُوعَة۔۔۔وَمِنْهَا قَوْلُهُمْ: "مَنْ بَشَّرَنِي بِخُرُوجِ صَفَرٍ، بَشَّرْتُهُ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: ''موضوع احادیث میں سے بعض احادیث یہ ہیں۔۔۔(پھر اس کے تحت انہوں نے کئی موضوع روایتوں کو ذکر کیا ہے، اُنہیں میں سے ایک زیر بحث روایت بھی ہے)۔یعنی جو مجھے صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری سنائے گا، مَیں اُس کو جنت کی خوشخبری سناؤں گا۔''

(الموضوعات، للصغانی، صفحہ ۶۱، مطبوعہ دار المامون للتراث)

(۲) رمضان المبارک کی خوشخبری دینے پر یعنی جس نے سب سے پہلے رمضان المبارک بادی اُس پر جنت کی بشارت ملنے والی کوئی روایت نہیں سب من گھڑت ہیں۔

سوال:13۔اگر جھک جانے میں عزت کم ہوتو قیامت کو مجھ سے لے لینا۔کیا یہ حدیث پاک ہے؟ بعض جگہ مسلم شریف کے حوالے سے یہ روایت پڑھی ہے۔

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے ہمیں نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ایسی من گھڑت روایات کو نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔

سوال:14۔میں ایک چھپا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، سو میں نے کائنات کو پیدا کیا۔کیا یہ حدیث قدسی ہے۔؟اِس کی اَصل کیا ہے۔؟

جواب: اِس کو حدیث قدسی کے طور پر شیئر کیا جاتا ہے مگر یہ حدیث نہیں ہیں بلکہ باطل اور بے اصل ہے اِس روایت کے بارے میں جلیل القدر آئمہ محدثین کا کلام درج ذیل ہے: روایت کا مکمل متن:

كُنْتُ كَنْزًا لَا أُعْرَفُ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا فَعَرَّفْتُهُمْ بِي فَعَرَفُونِي

ترجمہ: ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا مجھے کوئی نہیں جانتا تھا مجھے اچھا لگا کہ میں جانا جاؤں تو میں نے مخلوق کی تخلیق کی اور انہیں اپنا تعارف کروایا تو اُنہوں نے مجھے پہچان لیا۔ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ:

حَدِيثُ كُنْتُ كَنْزًا لَا أُعْرَفُ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا فَعَرَّفْتُهُمْ بِي فَعَرَفُونِي نَصَّ الْحُفَّاظُ كَابْنِ تَيْمِيَّةَ وَالزَّرْكَشِيِّ وَالسَّخَاوِيِّ عَلَى أَنَّهُ لَا أَصْلَ لَهُ

ترجمہ: ''حدیث میں ایک خزانہ تھا جو جانا نہیں جاتا تھا، میں نے مخلوق خلق کی اور اپنا تعارف کروایا تو وہ مجھے جان گئے۔حفاظ جیسے ابن تیمیہ اور زرکشی اور سخاوی نے بیان کیا ہے کہ اِس بات کی کوئی اصل نہیں ہے۔'' (المصنوعہ فی معرفۃ الاحادیث الموضوعہ، برقم:۲۳۲)

اِس روایت کو تقریباً بارہ محدثین نے بے اَصل و باطل قرار دیا ہے۔جن میں چند ملاحظہ ہوں:

اِمام عجلونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''کشف الخفاء القدسی، جلد ۰۲، صفحہ ۱۳۲''۔

امام ابن عراق الکنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''کتاب التنزیہ الشریعۃ المرفوعہ، جلد ۱، صفحہ ۱۴۸) وغیرہا۔۔

سوال:15۔زنا قرض ہے، اگر تو نے اُسے کرلیا تو ادا تیرے گھر والوں سے ہوگی۔کیا یہ حدیث ہے؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے ہمیں نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ایسی من گھڑت روایات کو نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔

سوال:16۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دمشق میں نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کرنا پھر مدینہ آنا پھر اذان دینا اور مدینہ والوں کی آہ وبکا کرنا اِس روایت کی کیا اَصل ہے؟ کیونکہ یہ روایت اکثر زبان زدِ عام ہے۔

جواب: سوال میں مذکورہ روایت کو نور الدین، علی بن محمد ابن عراق الکنانی نے اپنی کتاب تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ میں ذکر کیا ہے: روایت کے الفاظ یہ ہیں: (أثر) أبي الدرداء: لما دخل عمر بن الخطاب الشام سأله بلال أن يقر بالشام، ففعل ذلك، فنزل داريا، ثم إن بلالا رأى في منامه النبي وهو يقول له: ما هذه الجفوة يا بلال، أما آن لك أن تزورني يا بلال فانتبه حزينا وجلا خائفا، فركب راحلته وقصد المدينة، فأتى قبر النبي، فجعل يبكي عنده، ويمرغ وجهه عليه، وأقبل الحسن والحسين، فجعل يضمهما ويقبلهما، فقالا: يا بلال، نشتهي نسمع أذانك الذي كنت تؤذنه لرسول الله في المسجد، ففعل فعلا سطح المسجد، فوقف موقفه الذي كان يقف فيه، فلما أن قال: الله أكبر، الله أكبر، ارتجت المدينة، فلما أن قال: أشهد أن لا إله إلا الله، زاد تعاجيجها، فلما أن قال: أشهد أن محمدا رسول الله، خرج العواتق من خدورهن، فقالوا: أبعث رسول الله؟ فما رؤي يوم أكثر باكيا ولا باكية بعد رسول الله من ذلك اليوم.

ترجمہ: ''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام پہنچے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے خود کو شام میں ٹھہرنے کی اجازت مانگی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اجازت دے دی، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گھر میں قیام کیا، جہاں ان کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: بلال! یہ کیا بے وفائی ہے؟ کیا اب وہ لمحہ نہیں آ پہنچا کہ تم میری زیارت کے لیے (مدینہ) آؤ؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبراہٹ کے عالم میں نیند سے بیدار ہوئے، سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر قبرِ مبارک پر حاضری دی، وہاں روتے رہے، اور اپنے چہرے کو قبر مبارک پر ملتے رہے۔اتنے میں حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے، تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو گلے لگایا، پیار کیا۔ان دونوں نے فرمائش کی کہ اے بلال! ہم وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آپ دیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی چھت میں چڑھ کر اس جگہ کھڑے ہوگئے جہاں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کھڑے ہوا کرتے تھے، پھر جب انہوں نے (اذان شروع کرتے ہوئے) اللہ أکبر، اللہ أکبر کہا تو سارا مدینہ حرکت میں آ گیا، اور جب أشهد أن لا إله إلا الله کہا تو یہ حرکت شدید ہوگئی، لیکن جب أشهد أن محمدا رسول الله کہا تو عورتیں بھی باہر نکل آئیں اور لوگ سوالیہ انداز میں کہنے لگے کہ کیا رسول اللہ ﷺ (دوبارہ) بھیجے گئے ہیں؟ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اُس دِن سے زیادہ رونے والے مرد وزن نہیں دیکھے گئے۔

(تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، جلد ۰۲، صفحہ ۱۱۸)

لیکن محدثین نے اِس قصے کو درجِ ذیل وجوہات کی وجہ سے موضوع قرار دیا ہے:

1. اِس واقعے کو جس سند سے نقل کیا گیا ہے، اُس میں ایک راوی سلیمان بن بلال پر محققینِ حدیث رحمۃ اللہ علیہم نے مجہول ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ (الزیادات علی الموضوعات لجلال الدین عبدالرحمن بن أبی بکر السیوطی، جلد، صفحہ ۴۰۷)

2. اِسی طرح ہشام بن اِبراہیم دمشقی راوی کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اِس پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگی ہوئی تھی، اور اَحادیث کے بارے میں اُن کا علم بھی ناکافی تھا۔ یہ مجہول روای ہے۔ (میزان الاعتدال، جلد ۰۶، صفحہ ۷۷، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

3. نیز اِبراہیم بن محمد بن سلیمان راوی اِس پائے کہ مشہور نہیں ہیں کہ اُن کی مرویات پر اِعتماد کیا جاسکے۔ کیونکہ یہ مجہول ہے۔

(میزان الاعتدال، جلد ۰۱، صفحہ ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

لہذا یہ روایت موضوع ہے۔ خلاصہ بحث:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب مشہور واقعہ جس میں ان کے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے اور آپ کے شکوے پر مدینہ منورہ حاضر ہو کر اذان کہنے سے اہل مدینہ کا عہد نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام کو یاد کر کے رونے کا ذکر ہے، اِس واقعے کی یہ مشہور روایت محدثین کے نزدیک غیر معتبر بلکہ ''موضوع'' ہے، لہذا اس پس منظر کے ساتھ اس واقعے کو بیان کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: 17۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دُعا فرمانا کہ میری اُمت کا حساب میرے حوالے کر دے تا کہ میری اُمت کو دوسری اُمتوں کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے اِس کی سند اور اَصل کیا ہے؟

جواب: مذکورہ روایت موضوع و من گھڑت ہے اِس روایت کو اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کیا ہے۔ جس بات کے بارے میں سوال میں دریافت کیا گیا ہے، اس کے قریب قریب الفاظ میں دو روایات امام سیوطی نے ''ذیل اللآلی المصنوعۃ'' میں روایت بھی ذکر کی ہے۔ اور اِس کو منگھڑت روایات میں شمار کیا ہے۔ لہذا ایسی روایات کے بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

أخبرنا فيد أخبرنا أبو مسلم بن غزو عن الحسين بن محمد التميمي عن أبي بكر النقاش عن الحسن بن الصقر عن يوسف بن كثير عن داود بن المنذر عن بشر بن سليمان الأشعثي عن الأعرج عن أبي صالح عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سألت الله عز وجل أن يجعل حساب أمتي إلي لئلا تفتضح عند الأمم، فأوحى الله إليَّ: يا محمد! بل أنا أحاسبهم، فإن كان منهم زلة سترتُها عنك؛ لئلا تفتضح عندك.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری اُمت کا حساب میرے حوالے کر دیں، تا کہ میری اُمت دیگر اُمتوں کے سامنے رسوا نہ ہو۔ تو اللہ نے میری طرف وحی بھیجی کہ: اے محمد، اِن کا حساب کتاب تو میں لوں گا، اگر ان کی کچھ لغزشیں ہوں گی تو میں آپ سے بھی انہیں پردہ میں رکھوں گا؛ تا کہ وہ آپ کے سامنے رسوا نہ

ہوں"۔ (ذیل اللآلی المصنوعہ، جلد ۰۲، صفحہ ۰۹ ۷، برقم: ۸۷۳، مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)

لہذا اِس روایت کو محدثین نے اِس وجہ سے موضوع قرار دیا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن ایوب راوی ہے جو کذاب تھا، چنانچہ اُس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہ مختلف سندوں کو جوڑ کر روایت بناتا تھا، اِسی لیے اِمام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس روایت کو بھی محمد بن ایوب راوی کی طرف سے موضوع قرار دیا ہے۔

(ذیل اللآلی المصنوعہ، جلد ۰۲، صفحہ ۰۹ ۷، برقم: ۸۷۳، مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)

اِمام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی محمد بن ایوب کو کذاب لکھا ہے۔

(میزان الاعتدال عربی، جلد ۰۶، صفحہ ۷۶، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

نیز اِس روایت کی ایک سند میں محمد بن علی المذکر کا تذکرہ بھی ہے، جس کے بارے میں اِمام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ غیر معتمد راوی تھا۔ (المغنی للضعفاء، لذہبی، جلد ۰۲، صفحہ ۲۴۳، برقم ۵۸۳۸، ادارہ احیاء التراث الاسلامی)

سوال:18۔ ہر نبی کو نبوت چالیس برس بعد ملی ہے۔ کیا یہ حدیث مبارکہ ہے، اور اِس کی اَصل کیا ہے؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ ایسی من گھڑت روایات کو نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔

سوال:19۔ دُرود پاک پڑھنے پر اللہ ستر ہزار پروں والا پرندہ پیدا کریں گے جس کی تسبیح کا اَجر دُرود پڑھنے والے کو ملے گا۔ اِس روایت کی کیا حقیقت ہے اکثر خطباء حضرات سے اِس روایت کو سنا جاتا ہے؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ ایسی من گھڑت روایات کو نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔

علاوہ اِزیں دُرود پاک کے فضائل پر مشتمل بے شمار صحیح اَحادیث کتب معتبرہ میں موجود ہیں اُن کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

سوال:20۔ جو شخص اذان کے وقت باتیں کرتا ہے اُسے موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا کیا یہ حدیث مبارکہ ہے؟

جواب: اذان کے دوران دنیاوی باتوں کے متعلق عوام میں جو حدیث مشہور کر دی گئی ہے کہ: ''اذان کے وقت بات چیت کرنے سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا ہے۔'' یہ بے بنیاد اور من گھڑت ہے، نبی کریم ﷺ کی طرف اِس بات کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے۔

البتہ بہارِ شریعت میں جامع الرموز کے حوالے موجود ہے کہ: ان الکلام فیہ یوجب خشیۃ سلب الایمان

''یعنی جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، اُس پر خاتمہ برا (سلب ایمان) کا خوف ہے۔

(بہارِ شریعت، جلد ۰۱، صفحہ ۴۷۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) (جامع الرموز، صفحہ ۱۲۴، مطبوعہ ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)

لہذا اِس روایت کو حدیث کہنا جائز نہیں ہے۔

سوال:21۔ اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کو معراج کے موقع پر فرمانا کہ آپ ﷺ جوتوں سمیت عرش پر آجائیں کہ عرش کو اِس سے عزت

ملے گی یہ روایت بکثرت خطباء اور واعظین حضرات بیان کر رہے ہوتے ہیں اِس کی اَصل حقیقت کیا ہے کیا یہ موضوع روایت ہے؟

جواب: علمائے محققین ومحدثین نے اِس روایت کو بالکل من گھڑت اور باطل اور بے اِصل قرار دیا ہے۔ لہذا مذکورہ روایت کہ جس میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نعلین مقدس پہنے ہوئے عرش پر تشریف لے گئے، یہ روایت بے اصل بے بنیاد اور باطل محض ہے۔ اِس کو بیان بھی نہیں کرنا چاہئے۔

چنانچہ اِمام یوسف بن اِسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قدسئل القزوینی عن وطئہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم العرش بنعلہ وقول الرب تقدس: لقد شرفت العرش بذالک یا محمد ھل لہ اصل ام لا؟ فاجاب بما نصہ: اما حدیث وطی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم العرش بنعلہ فلیس بصحیح ولا ثابت (الی قولہ) وکتب بعض المحدثین بعد کلام القزوینی المذکور ماذکرہ القزوینی ھو الصواب وقد وردت قصۃ الاسراء والمعراج عن نحو اربعین صحابیا لیس فی حدیث احد منھم انہ علیہ الصلاۃ والسلام کان فی رجلیہ تلک اللیلۃ نعل

ترجمہ: ''یعنی اِمام قزوینی سے حضور ﷺ کے عرش پر نعلین لے کر تشریف لے جانے اور اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان ''اے محمد (ﷺ) آپ نے اِن نعلین کے ذریعے عرش کو شرف بخشا ہے'' کے بارے میں پوچھا گیا کہ اِس کی کوئی اَصل ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جہاں تک حضور اکرم ﷺ کے نعلین لے کر عرش پر تشریف لے جانے کا تعلق ہے تو یہ غلط اور غیر ثابت ہے۔

بعض محدثین نے اِمام قزوینی کے اِس جواب کے بارے میں لکھا کہ یہی درست ہے اور (یہ بات بھی قابل غور ہے کہ) معراج کا واقعہ تقریباً چالیس صحابہ کرام سے مروی ہے لیکن اُن میں سے کسی بھی روایت میں یہ وارد نہیں کہ اِس رات حضور ﷺ کے پاؤں میں نعلین تھے۔ (جواہر البحار فی فضائل نبی المختار، جلد ۰۳، صفحہ ۴۹۹، ۵۰۰، مطبوعہ بیروت)

اعلیٰ حضرت اِمام اہل سنت الشاہ اِمام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مذکورہ روایت کے متعلق سوال ہوا تو اِرشاد فرمایا کہ:

''یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے''۔ (اَحکامِ شریعت، حصہ دوم، صفحہ ۱۶۰، شبیر برادرز لاہور)

مذکورہ روایت کے متعلق فتاویٰ شارح بخاری میں مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''نعلین مقدس پہنے ہوئے عرش پر جانا جھوٹ اور موضوع ہے۔'' (فتاویٰ شارح بخاری، جلد ۰۱، صفحہ ۳۰۶، برکات مدینہ کراچی)

مذکورہ روایت کے متعلق فتاویٰ شارح بخاری میں مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ:

''اِس روایت کے جھوٹ اور موضوع ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں۔ جو صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ نعلین پاک پہنے عرش پر گئے اُن سے پوچھیے کہ کہاں لکھا ہے۔''

(فتاویٰ شارح بخاری، جلد ۰۱، صفحہ ۳۰۷، مطبوعہ برکات مدینہ کراچی)

سوال: 22۔ فجر کی سنتیں گھر میں ادا کرنے پر روزی میں وسعت، اہل خانہ کے مابین تنازع نا ہونا، اور ایمان پر خاتمہ۔ کیا یہ حدیث ہے یا

کسی کا قول ہے؟

جواب: مذکورہ روایت حدیث کی کسی معتبر و مستند کتاب میں موجود نہیں ہے البتہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں اِس حوالے سے یہ روایت موجود ہے:وفي الكافي: قال عليه السلام "من صلى سنة الفجر في بيته يوسع له في رزقه ويقل المنازع بينه وبين أهل بيته ويختم له بالإي۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ جلد،۰۱،صفحہ ۳۰۵،مکتبہ محمودیہ کوئٹہ)

لیکن اِمام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس روایت کو بے اَصل قرار دیا ہے:

وعن حديث: "من صلى سنة الفجر في بيته يوسع له في رزقه وتقل المنازعة بينه وبين أهله ويختم له بالإيمان". فقلت: إنه لا أصل له. (الاجوبۃ المرضیۃ،جلد ۰۳،صفحہ ۹۱۶،مطبوعہ دارالرایۃ)

لہذا اِس روایت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

البتہ فقہائے کرام اور مشائخ عظام نے اپنے تجربے کی بنیاد پر اِس بات کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے، اِس لیے اُن کی طرف نسبت کر کے بیان کرنے کی گنجائش ہے۔

سوال:23۔روز محشر باری تعالیٰ کا اِرشاد ہوگا کہ کون ہے جو حساب دے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آنے پر اللہ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔کیا ایسی کوئی روایت موجود ہے؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔اِمام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِن جیسی روایات کو بے اَصل قرار دیا ہے اور لکھا کہ اِس کی کوئی اَصل نہیں ہے:

عن أنس قال: لما خرج رسول الله من الغار أخذ أبو بكر بغرزه، فنظر النبي إلى وجهه، فقال: يا أبا بكر! ألا أبشرك؟ قال: بلى فداك أبي وأمي. قال: إن الله -عز وجل- يتجلى للخلائق يوم القيامة عامة ويتجلى لك خاصة يا أبا بكر قال الخطيب: لا أصل له۔ (اللآلی المصنوعۃ فی الآحادیث الموضوعۃ،جلد ۰۱،صفحہ ۲۶۲)

سوال:24۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کہ بعد جبریل علیہ السلام کا دُنیا میں دس بار آنا اور دس چیزیں لے جانا اِس روایت کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ایسی من گھڑت روایت کو نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔

سوال:25۔بے پردہ عورت جہنم میں بالوں کے بل لٹکائی جائے گی۔کیا یہ حدیث ہے۔؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ایسی من گھڑت روایت کو نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔

سوال:26۔ایک خطیب صاحب کو سنا کہ وہ بیان میں کہہ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور علی اللہ کے سامنے نور کی صورت میں تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اُس نور دو

حصوں میں تقسیم کر دیا، ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علی ہے۔ اِس روایت کی کیا حقیقت و اَصل ہے؟

جواب: مذکورہ روایت فضائل الصحابہ میں اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فضائل سیدنا مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بیان کیا ہے اور بیان کر کے ساتھ ہی اِس کی صحت کا بھی حکم لگا دیا کہ یہ موضوع روایت ہے لہذا اِس کی کوئی اَصل موجود نہیں ہے۔

(فضائل الصحابہ، صفحہ ۳۹۸، برقم ۱۱۳۰، مطبوعہ ادارہ اسلامیات کراچی)

علامہ ابن الجوزی نے مذکورہ حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ (الموضوعات: جلد ۱، صفحہ ۱۴)

سوال: 27۔ کیا یہ روایت درست ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات مجھے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تین چیزوں کی وحی کی (۱) وہ تمام مومنوں کے سید ہیں (۲) وہ متقین کے اِمام ہیں (۳) وہ سفید ہاتھ پاؤں اور منہ والے لوگوں کے قائد ہونگے۔؟

جواب: مذکورہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔ تحقیق ملاحظہ ہو:

(۱) یہ روایت مجمع الزوائد جلد ۹، صفحہ ۱۱۱، کتاب المناقب، برقم: ۱۴۷۰۰ پر موجود ہے: جس کی سند کے حوالے سے روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ: "رواہ الطبرانی فی الصغیر، وفیہ عیسیٰ بن سوادۃ النخعی، وھو کذاب"

"کہ یہ روایت اِمام طبرانی کی معجم الصغیر میں موجود ہے اور اِس روایت میں ایک روای عیسیٰ بن سوادۃ النخعی ہے اور وہ کذاب ہے"۔

(۲) اِس روایت کو اِمام طبرانی نے معجم الصغیر، باب المیم، صفحہ ۶۸۹، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ نقل کیا ہے اور اِس روایت کو موضوع من گھڑت قرار دیا ہے۔ (نوٹ) اسماء الرجال کے حوالے سے ہمارے پاس اِس کے موضوع ہونے پر دس سے زیادہ حوالہ جات ہیں۔

(۳) اِس روایت کو علامہ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی نے کنز العمال جلد ۱۱، صفحہ ۶۱۹، ۶۲۰، برقم ۳۳۰۰۹، ۳۳۰۱۰، ۳۳۰۱۱، ۳۳۰۱۲، مطبوعہ بیروت نقل کیا ہے اور اِس روایت کو موضوع قرار دیا ہے: لکھتے ہیں:

"وقال الذھبی: احسبہ موضوعا" وقال ابن العماد: ھذا حدیث منکر جداً ویشبہ ان یکون من بعض الشیعۃ الغلاۃ وانما ھذہ صفات رسول اللہ ﷺ لا صفات علی"

"یعنی اِمام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "میرا گمان ہے یہ موضوع ہے" اور ابن عماد کہتے ہیں: "یہ حدیث منکر ہے شدید موضوع ہے کیونکہ اِس میں بعض شیعہ نے ردو بدل کیا ہے کیونکہ یہ خوبیاں نبی کریم ﷺ کی ہیں نہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔"

(۴) غیر مقلدین کے اِمام علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ برقم: ۳۵۳ میں اِس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

(نوٹ) یہ وہ روایت ہے جس پر باطل فرقہ (اہل تشیع) اپنے بے شمار من گھڑت عقائد کی بنیاد رکھے ہوئے ہے۔

سوال: 28۔ اگر تمام لوگ محبت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا ہی نہ کرتا۔ کیا یہ روایت صحیح ہے؟ اِس کی کیا اَصل ہے؟

جواب: مذکورہ روایت مسند الفردوس، جلد ۳، صفحہ ۳۷۳، رقم الحدیث: ۵۱۳۵ پر بغیر سند کے موجود ہے لیکن یہ روایت اکثر روافض کی

طرف سے پیش کی جاتی ہے جو کہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے، اور بعض اہلسنت کے لبادے میں چھپے ہوئے نیم رافضی بھی بیان کرتے ہیں مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عن کی فضیلت میں جو غلُو پر مبنی ہے: تحقیق ملاحظہ ہو:

مسند الفردوس کے نسخہ میں اِسناد حذف ہیں اِس کو اِمام ابو منصور دیلمی (المتوفی: ۵۵۸ھ) سے باسند اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا۔

الديلمي أخبرنا أبي أخبرنا أبو طالب الحسيني حدثنا أحمد بن محمد بن عمر الفقيه الطبري حدثنا أبو المفضل محمد بن عبد الله الشيباني حدثنا ناصر بن الحسن بن علي حدثنا محمد بن منصور عن عيسى بن طاهر اليربوعي حدثنا أبو معاوية عن ليث عن طاوس عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو اجتمع الناس على حب علي بن أبي طالب لما خلق الله النار۔

ترجمہ: ''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت پر جمع ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا نہ کرتا''۔ (الزیادات علی الموضوعات: جلد ۰۱، صفحہ ۲۶۰)

یہ روایت عند التحقیق من گھڑت ہے دونوں اسناد میں علت ایک ہی ہے اور اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بھی یہ روایت من گھڑت ہے کیونکہ آپ نے اِس کو ''زیادات علی الموضوعات'' میں نقل کیا ہے جو کہ موضوع اَحادیث پر مشتمل کتاب ہے۔

اِمام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس روایت کو موضوع قرار دیا حضرت مولائے کائنات اور اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت میں گھڑی گئی موضوع روایات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وكذلك قوله لو اجتمع الناس على حب علي لم تخلق النار ''اور اِسی طرح (یہ روایت بھی موضوع) کہ اگر لوگ حب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جمع ہو جاتے تو جہنم کی تخلیق نہ ہوتی''
(المنتقی من منہاج الاعتدال، صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ سعودیہ)

اِس کی سند میں ایک روای محمد بن عبداللہ بن اِبراہیم بن ثابت ہے جس کے بارے میں اِمام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ: قال الدار قطنی: کان دجال یعنی اِمام دار قطنی نے اِسے دجال کہا ہے۔

وقال الخطیب: کان یضع الحدیث خطیب بغدادی کہتے ہیں یہ حدیث گھڑتا تھا۔

(میزان الاعتدال، جلد ۰۶، صفحہ ۲۱۴، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

سوال: 29۔ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے رب تعالیٰ میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ کیا یہ حدیث ہے؟

جواب: مذکورہ روایت معجم الکبیر للطبرانی، جلد ۰۲، صفحہ ۶۵۹، مطبوعہ مکتبۃ الاصالہ والتراث میں ہے:

لیکن اِس حدیث میں عبدالمنعم بن ادریس بن سنان ہے جن کے بارے میں جمہور نے سخت جرح کی ہے، چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِن کے بارے میں فرماتے ہیں: ''یہ قصے سنانے میں مشہور ہے اِس پر کسی کا اعتماد نہیں ہے'' اور اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فرماتے ہیں: کان یکذب علی وھب بن منبہ" یہ وھب من منبہ کی تکذیب کرتا تھا۔

(میزان الاعتدال، جلد ۰۲، صفحہ ۵۸۱، مطبوعہ الرسالۃ العالمیہ بیروت)

عبدالمنعم بن ادریس کے شدید ضعیف اور متہم بالوضع ہونے کی وجہ سے محدثین نے اِس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں": ھذا حدیث موضوع" یہ حدیث موضوع ہے۔ (کتاب الموضوعات لابن جوزی، جلد ۰۱، صفحہ ۲۹۵)

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اکثر محدثین نے اسے رد کیا ہے، لہذا اِسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں۔

سوال: 30۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے سال ہر حاملہ عورت کے گھر لڑکے کا پیدا ہونا۔؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت کو اِمام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب الخصائص الکبریٰ میں نقل کیا ہے:

أخرج أبو نعيم عن عمرو بن قتيبة قال: سمعت أبي - وكان من أوعية العلم — قال: لما حضرت ولادة آمنة، قال الله لملائكته: افتحوا أبواب السماء كلها وأبواب الجنان كلها، وأمر الله الملائكة بالحضور فنزلت تبشر بعضها بعضا وتطاولت جبال الدنيا وارتفعت البحار وتباشر أهلها، فلم يبق ملك إلا حضر، وأخذ الشيطان فغل سبعين غلا وألقي منكوسا في لجة البحر الخضراء، وغلت الشياطين والمردة، وألبست الشمس يومئذ نورا عظيما، وأقيم على رأسها سبعون ألف حوراء في الهواء ينتظرون ولادة محمد -صلى الله عليه وسلم-، وكان قد أذن الله تلك السنة لنساء الدنيا أن يحملن ذكورا كرامة لمحمد -صلى الله عليه وسلم-

ترجمہ: حضرت عمرو بن قتیبہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کا کہنا ہے کہ جب حضرت آمنہ کا بچہ جننے کا وقت قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ آسمان و جنت کے سارے دروازے کھول دیے جائیں، اور فرشتوں کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ سب ایک دوسرے کو جا کر اس کی خوشخبری سنائیں، پہاڑ بلند و بالا ہو گئے، سمندر چڑھ گیا، اور اہلِ دنیا خوشی سے کھل اُٹھے، اور سارے فرشتے استقبال کے لیے (آسمانِ دنیا پہ) حاضر ہو گئے، اور شیطان کو ستر زنجیروں میں جکڑ کر سبز سمندر میں ڈال دیا گیا، اُس روز سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا، اور سورج کے دہانے پہ ہوا سے معلق ستر ہزار حوریں آپ ﷺ کی ولادت کے انتظار میں کھڑی کر دی گئی۔ نیز آپ ﷺ کی عظمت کی خاطر اُس سال دنیا کی ساری عورتوں کو نرینہ اولاد جننے کی رعایت مل گئی۔ (الخصائص الکبریٰ، جلد ۰۱، صفحہ ۸۰)

اِس حدیث کو اِمام قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مواہب لدنیہ میں نقل کرنے کے بعد اس کے راوی عمرو بن قتیبہ کو مطعون قرار دیا ہے، نیز حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ اِس کو نقل کرنے سے احتراز لازم ہے۔ (مواہب اللدنیہ، جلد ۰۱، صفحہ ۷۶)

سوال: 31۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کی اُونٹنی کی نکیل پکڑ کر جنت میں داخل ہونا۔ کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ اِس کو نقل کرنے

سے اِحتراز لازم ہے۔البتہ اِس سے ملتی جلتی ایک روایت جسے اِمام طبرانی نے معجم الصغیر میں نقل کیا ہے:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: يحشر الأنبياء يوم القيامة على الدواب ليوافوا من قبورهم المحشر، ويبعث صالح عليه السلام على ناقته، ويبعث ابناي الحسن والحسين على ناقتي العضباء، وأبعث على البراق خطوها عند أقصى طرفها، ويبعث بلال على ناقة من نوق الجنة، فينادي بالأذان محضا، وبالشهادة حقا حقا، حتى إذا قال: أشهد أن محمدا رسول الله، شهد له المؤمنون من الأولين والآخرين، فقبلت ممن قبلت وردت على من ردت.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دِن اَنبیاء چوپایوں پر اکھٹے کئے جائیں گے؛ تاکہ اپنی قبروں سے میدان حشر آئیں، صالح علیہ السلام اپنی اُونٹنی پر اٹھائے جائیں گے، میرے بیٹے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میری اُونٹنی عضباء پر اُٹھائے جائیں گے، اور میں براق پر اُٹھایا جاؤں گا جس کا ایک قدم اُس کی نظر کی اِنتہا تک ہوگا، اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کی اُونٹنیوں میں سے ایک اُونٹنی پر اُٹھائے جائیں گے، پس وہ (ہر قسم کے انکار و شبہے سے پاک) خالص اذان دیں گے اور شہادت کا بھی اٹل اعلان کریں گے، پھر جب ''أشهد أن محمدًا رسول الله'' کہیں گے تو اگلے پچھلے تمام مومن اس کی گواہی دیں گے، تو جس کے لیے شہادت قبول کی جانی تھی اس کے لیے قبول کی جائے گی، اور جس کے لیے رد کی جانی تھی تو اس کے لیے رد کی جائے گی۔''

(معجم الصغیر، جلد ۲، صفحہ ۲۵۵، رقم الحدیث: ۱۱۲۲ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

اِس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام طبرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لم يروه عن ابن جريج، إلا يحيى بن أيوب، تفرد به أبو صالح، ولا يروى عن أبي هريرة، إلا بهذا الإسناد

ترجمہ: ''یعنی اِس روایت کو ابن جریج رحمہ اللہ کے سوائے یحیٰ بن یوب سے کسی نے روایت نہیں کیا، اِس کے نقل کرنے میں ابو صالح متفرد اور اکیلے ہیں، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوائے اس سند کے یہ مروی نہیں۔

(معجم الصغیر، جلد ۲، صفحہ ۲۵۵، رقم الحدیث: ۱۱۲۲ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

اِسی طرح اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

موضوع، عبد الله بن صالح كاتب الليث منكر الحديث

''یعنی یہ روایت من گھڑت ہے، عبد اللہ بن صالح جو کہ لیث (راوی حدیث) کے کاتب حدیث ہیں اِس کا درجہ منکر الحدیث ہے۔

(اللآلی المصنوعۃ عن الاخبار الموضوعۃ، جلد ۰۲، صفحہ ۲۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ سوال میں مذکور روایت ایک فرضی واقعہ ہے، اور جواب میں ذکر کی گئی روایت بھی کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔

سوال: 32۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد: مجھے موت کا اِتنا بھروسہ بھی نہیں کہ ایک طرف سلام پھیروں تو دوسری طرف بھی پھیر سکوں گا یا نہیں۔؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت حدیث کی صحیح بلکہ ضعیف کتابوں سے نہیں ملی، اِس لیے بظاہر یہ موضوع روایت ہے۔ ایسی من گھڑت روایت کو نقل کرنے سے اِحتراز لازم ہے۔

سوال:33۔ابوجہل کہ ہاتھوں میں کنکریوں کا آپ ﷺ کی شہادت دینا۔ یہ بڑا مشہور واقعہ ہے جو بیان کیا جاتا ہے اِس کی اَصل کیا ہے؟

جواب: مذکورہ واقعے کی کوئی اَصل نہیں ہے باوجود تلاش کے اِس واقعے کی کوئی اَصل ہمیں نہیں مل سکی ہے، لہذا اِس واقعے کو بغیر کسی ثبوت کے بیان کرنے سے اِجتناب کرنا چاہیے۔ خاص کر خطیب حضرات اور نعت خوانوں کو علماء سے رجوع لازمی کرنا چاہیے۔ البتہ مستند روایات اور معجزات جو صحیح سند کے ساتھ روایات کے ساتھ موجود ہیں اُنہیں بیان کرنا چاہیے۔

سوال:34۔دوران نماز والدین کی پکار پر نماز چھوڑ کر جانے والی روایت کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر دوران نماز میری ماں مجھے پکارے تو میں فرض نماز توڑ کر والدہ کی طرف جاؤں گا اِس روایت کی اَصل کیا ہے؟

جواب: مذکورہ روایت موضوع ہے البتہ اِمام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس روایت کو شعب الایمان میں ذکر کیا ہے:

أخبرنا أبو الحسين بن بشران، أنا أبو جعفر الرزاز، نا يحيى بن جعفر، أنا زيد بن الحباب، نا ياسين بن معاذ، نا عبد الله بن مرثد، عن طلق بن علي قال: سمعت رسول الله - صلى الله عليه وسلّم - يقول: لو أدركت والدي أو أحدهما وأنا في صلاة العشاء وقد قرأت فيها بفاتحة الكتاب، تنادي: يا محمد! لأجبتها: لبيك

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر مَیں نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پایا ہوتا، اور مَیں عشاء کی نماز میں مشغول رہتے ہوئے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر چکا ہوتا، اس دوران پکارا جاتا کہ اے محمد! تو مَیں نماز توڑ کر لبیک کہتا ہوا حاضر ہو جاتا۔'' (شعب الایمان، جلد ۱۰، صفحہ ۲۸۴، رقم الحدیث: ۷۴۹۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اِس حدیث کو محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے یاسین بن معاذ کی وجہ سے موضوع قرار دیا ہے؛ کیونکہ یہ راوی صرف موضوعات ہی کو بیان کرنے سے معروف ہے، چنانچہ خود اِمام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

موضوع: آفته ياسين. (قلت): أخرجه البيهقي، والله أعلم

''یعنی یہ روایت یاسین بن معاذ کی وجہ سے موضوع ہے میں کہتا ہوں اِسے اِمام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے۔''

(اللآلی المصنوعۃ عن الاخبار الموضوعۃ، جلد ۲، صفحہ ۲۵۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

تاہم فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے اس بارے میں یہ حکم بیان کیا ہے کہ اگر نماز کی حالت میں والدین پکاریں اور نمازی فرض نماز ادا کر رہا ہو، تو نماز نہیں توڑنی چاہیے۔ لیکن اگر نمازی نفل نماز پڑھ رہا ہو اور والدین کو نماز میں مشغول رہنے کا علم ہو، تو ایسی صورت میں نماز نہ توڑنا بہتر ہے، اور اگر والدین کو نماز میں مشغول رہنے کا علم نہ ہو، تو ان کی پکار کا جواب دینے کے لیے نماز توڑ دینی چاہیے، پھر بعد میں اس نماز کو لوٹانا واجب ہوگا۔ البتہ اگر والدین جان بچانے کے لیے یا کسی کو مصیبت سے نکالنے کے لیے بلا رہے ہوں، تو ایسی صورت میں ہر حال میں (چاہے فرض نماز ہو یا نفل) اپنی نماز توڑ کر ان کی مدد کرنا واجب ہے۔

سوال:35۔مومن کے جھوٹے میں شفاء ہے۔کیا یہ حدیث ہے؟اِسی طرح کیا یہ بھی حدیثِ پاک ہے کہ جو مسلمان بھائی کا جھوٹا پیئے گا اِس کے ستر درجے بڑھا دیئے جائیں گے؟

جواب:اِس قسم میں دو طرح کے الفاظ موجود ہیں:

1:سؤر المؤمن شفاء یعنی مسلمان کے جھوٹے میں شفا ہے۔

2:ریق المؤمن شفاء یعنی مسلمان کے لعاب میں شفا ہے۔

اَحادیث کی تحقیق:

اِن دونوں روایتوں کے متعلق محدثینِ کرام رحمھم اللہ السلام لکھتے ہیں کہ مذکورہ الفاظ کے ساتھ کوئی مرفوع حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں، لہٰذا مذکورہ الفاظ کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنا دُرست نہیں ہے، البتہ معنٰی اور مفہوم کے لحاظ سے یہ روایات صحیح ہیں کہ ان کے مفہوم پر دیگر چند روایات شاہد ہیں۔

محدثینِ کرام علیہم الرضوان کے اقوال:

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "المقاصد الحسنۃ" میں لکھتے ہیں: "حديث: ريق المؤمن شفاء، معناه صحيح، ففي الصحيحين أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا اشتكى الانسان الشيء، أو كانت به قرحة أو جرح قال بأصبعه يعني سبابته الأرض ثم رفعها وقال: بسم الله تربة أرضنا، بريقة بعضنا، أي ببصاق بني آدم، يشفي سقيمنا بإذن ربنا، إلى غير ذلك مما يقرب منه، وأما ما على الألسنة من أن: سؤر المؤمن شفاء، ففي "الأفراد" للدارقطني من حديث نوح ابن ابي مريم عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس رفعه من التواضع أن يشرب الرجل من سؤر أخيه" ترجمہ: یہ حدیث کہ مسلمان کے لعاب میں شفا ہے، معنٰی کے لحاظ سے صحیح ہے، صحیحین میں ہے کہ جب کسی اِنسان کے تکلیف ہوتی یا پھوڑا یا زخم ہوتا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھتے پھر اُسے اُٹھا کر یہ پڑھتے: اللہ عزوجل کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب کے ذریعے، ہمارے رب کے حکم سے، ہمارا مریض شفا پائے گا۔اِس کے علاوہ ملتے جلتے الفاظ کے ذریعے بھی دُعا مانگتے۔بہر حال یہ جو حدیث لوگوں میں مشہور ہے کہ مسلمان کے جھوٹے میں شفا ہے (یہ بھی اگرچہ لفظی طور پر صحیح نہیں ہے، لیکن اِس کی تصدیق) اِمام دار قطنی کی ''الافراد'' نامی کتاب میں بیان کردہ اس حدیثِ پاک: "کسی شخص کا اپنے بھائی کے جھوٹے میں سے پینا عاجزی کی علامت ہے ۔" سے ہوجاتی ہے جس کو ان حضرات نے روایت کیا یعنی: نوح بن ابی مریم عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا۔

(المقاصد الحسنۃ، صفحہ ۲۳۱، حرف الرا، برقم: ۵۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ'' میں بھی یہی لکھا ہے۔

(المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ، صفحہ ۲۰۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ اِسماعیل عجلونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "کشف الخفاء" میں بھی ایسے ہی لکھا ہے:

(کشف الخفاء، جلد ۰۱، صفحہ ۴۳۶، مطبوعہ القاہرہ مصر)

اعلیٰ حضرت اِمامِ اہلِ سنّت الشاہ اِمام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سالِ وفات: 1340ھ/ 1921ء) کی ایک عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیثِ پاک معناً درست ہے، چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "باقی رہا مسلمان کا جھوٹا وہ کھانا کوئی ذلت نہیں، حدیث میں اِسے شفا فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲، صفحہ ۵۶۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دوسری قسم کی روایت

علامہ شاذلی ہندی نے ''کنز العمال'' میں، امام دار قطنی نے ''الافراد'' میں، اِمام جلال الدین سیوطی نے ''جامع الاحادیث'' میں، علامہ ابنِ حجر ہیتمی نے ''الزواجر'' میں اور کئی محدثینِ کرام رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم نے اپنی کتب میں اِس روایت کو بیان کیا: "من التواضع أن یشرب الرجل من سؤر أخیه، فما شرب رجل سؤر أخیه إلا کتب له سبعون حسنة، ومحیت عنه سبعون خطیئة، ورفعت له سبعون درجة" ترجمہ: یہ بات تواضع وعاجزی میں سے ہے کہ بندہ اپنے بھائی کا جھوٹا پیئے، تو جو اپنے بھائی کا جھوٹا پیئے گا اُس کے لیے ستر نیکیاں لکھی جائیں گی، ستر گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور ستر درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔

(کنز العمال، جلد ۰۳، صفحہ ۱۱۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

حدیثِ پاک کی تحقیق:

اِس حدیث کی سند پر اگرچہ بعض محدثین نے کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ اِس میں ''نوح بن ابو مریم'' نامی راوی ہے جو اِنتہائی مجروح ہے، لیکن اِس بنا پر اِس حدیث کو سرے سے ہی موضوع نہیں کہہ سکتے:

اوّلاً تو اِس لیے کہ بہت سے محدثین کرام علیہم الرحمۃ نے اِس حدیث کے راوی پر کلام کے باوجود اِسے قبول کیا ہے اور بلکہ نا صرف قبول کیا ہے، بلکہ اِس کو شاہد کے طور پر بھی پیش کیا ہے، جیسا کہ اُوپر بیان کردہ جزئیات میں یہ بات واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ثانیاً اِس لیے کہ اِس حدیثِ پاک کا ایک دوسرا طریق یہ بھی ہے جس کو اِمام ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی (سالِ وفات: 371ھ) نے اپنی کتاب ''المعجم'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں راوی ''نوح بن ابو مریم'' ہے ہی نہیں، بلکہ اِس سند کے ساتھ یہ روایت موجود ہے: "أخبرني علي بن محمد بن حاتم أبو الحسن القومسي من حدادة بجرجان حدثنا جعفر بن محمد الحداد القومسي، حدثنا إبراهيم بن أحمد البلخي، حدثنا الحسن بن رشيد المروزي، عن ابن جريج، عن عطاء، عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من التواضع أن يشرب الرجل من سؤر أخيه، فما شرب رجل سؤر أخيه إلا كتب له سبعون حسنة ومحيت عنه سبعون خطيئة ورفعت له سبعون درجة"

(المعجم فی اسامی، جلد ۰۳، صفحہ ۷۵۳، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ)

اِسی بات کو اِمام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ'' میں بیان کیا ہے، چنانچہ امام دار قطنی علیہ الرحمۃ کی ''الافراد'' میں روایت کردہ حدیثِ پاک نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "تفرد به نوح وهو متروك

(قلت)لہ متابع قال الاسماعیلي في معجمہ "...ترجمہ: اِس روایت کو بیان کرنے میں نوح نامی راوی متفرد ہے اور وہ متروک ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اِس کا ایک دوسری سند کے ساتھ متابع موجود ہے، اِسماعیلی نے اپنی معجم میں بیان کیا کہ۔۔۔الخ (پھر اِمام اِسماعیلی علیہ الرحمۃ کی مکمل سند بیان کی)۔ (اللآلی المصنوعۃ، جلد ۰۲، صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سوال: 36۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُن پر سلام پیش کرنا کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: سوال میں مذکورہ روایت کو شیخ ابو عبد الرحمٰن الملاح نے اپنی کتاب الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ میں ذکر کرنے کے بعد اِس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ نیز اِس کے راوی علاء بن عمرو کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔

اِس روایت کو اِمام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع قرار دیا کیونکہ اِس میں ایک روای علاء بن عمرو کے بارے میں کہتے ہیں:

قال ابو حاتم ''کذاب'' اِمام ابو حاتم کہتے ہیں کہ ''یہ کذاب (جھوٹا) ہے۔

(میزان الاعتدال عربی، جلد ۰۵، صفحہ ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

سوال: 37۔ آپ ﷺ کا سکرات میں جبریل سے کہنا کہ میری ساری اُمت کی سکرات کی تکلیف مجھے دے دو کیا یہ روایت صحیح ہے۔؟

جواب: سکرات الموت یعنی موت کے وقت کی سختیاں تو صحیح اَحادیث سے ثابت ہیں لیکن آپ ﷺ کا جبریل سے کہنا کہ میری ساری اُمت کی سکرات کی تکلیف مجھے دے دو، یہ روایت یا اِس مضمون کی کوئی بھی روایت کتب حدیث میں ہمیں نہیں ملی۔

سوال: 38۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک بال ننگا تھا تو سورج طلوع نہیں ہوا یہ روایت بہت زیادہ بیان کی جاتی ہے کیا یہ روایت درست ہے؟

جواب: مذکورہ واقعے کی کوئی اَصل نہیں ہے باوجود تلاش کے اِس واقعے کی کوئی اَصل نہیں مل سکی ہے، لہذا اِس واقعے کو بغیر کسی ثبوت کے بیان کرنے سے اِجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ اِں کسی صحیح، ضعیف یا موضوع اَحادیث کی کتب میں بھی ذکر نہیں ملا ہے، لہٰذا بلا تحقیق اِسے بیان نہ کیا جائے۔

سوال: 39۔ روز قیامت ایک نیکی دینے پر دو افراد کا جنت میں جانا کیا یہ حدیث مبارکہ ہے؟

جواب: اِس روایت کو اِمام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر قرطبی میں بغیر کسی مستند حوالے کے ذکر کیا ہے۔

(تفسیر قرطبی، جلد ۱۳، صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ بیروت)

اِمام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی اِس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ کعب تابعی کا قول ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہو۔

بہر صورت یہ مردود روایت ہے کیونکہ اِس کی کوئی سند نہیں نیز نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی کا قول نہیں اور اُس کے ساتھ یہ قرآنی تصریحات سے متصادم ہے۔ لہذا اِسے بیان نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

سوال: 40۔ جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن تک اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے اِس

روایت کی اَصل کیا ہے بعض لوگوں سے سنن ابن جاجہ کے حوالے سے اِس روایت کو سنا ہے؟

جواب: مذکورہ روایت موضوع ہے کیونکہ ہمارے علم کے مطابق مذکورہ کلام کا کوئی اَصل نہیں، اور یہ نہ تو نبی کریم ﷺ سے ''سنن ابن ماجہ'' میں اور نہ ہی حدیث کی دوسری کتب سے ثابت ہے۔ اور نہ ہی ہمارے علم میں کوئی ایسا ایک بھی عالم ہے جس نے یہ روایت ضعیف سند کے ساتھ ہی بیان کی ہو۔ بظاہر یہ روایت ثابت نہیں ہے، لہذا ایسی باتوں کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: 41۔ معراج کا خاص راز۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے والد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کر کہ نبی کریم ﷺ سے معراج کی رات کی خاص باتوں میں سے ایک بات کا پوچھنا اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتانا۔ جس کو سن کر وہ رو پڑے۔ اِس واقعے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: کافی تلاش کے بعد بھی مذکورہ بالا روایت نہیں مل سکی، اِس لیے اِس واقعے کو بیان کرنے سے اِجتناب کیا جائے۔ کیونکہ واقعہ حدیث اور سیرت کی کسی بھی مستند اور معتبر کتاب میں تلاش کے باوجود نہیں مل سکا ہے، لہذا اِس واقعہ کو آنحضرت ﷺ طرف منسوب کر کے بیان کرنے سے اِجتناب کرنا چاہیے۔

سوال: 42۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ طواف فرما رہے تھے ایک اعرابی کو اپنے آگے طواف کرتے پایا جس کی زبان پر یا کریم یا کریم کی صدا تھی۔ حضور ﷺ نے بھی پیچھے سے یا کریم پڑھنا شروع کر دیا۔ جس پر اُس نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ میرا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اِس واقعہ کی اَصل کیا ہے؟

جواب: مذکورہ قصہ عوام میں مشہور ہے، لیکن تلاش کے باوجود ایسا کوئی واقعہ کتب اَحادیث وغیرہ میں ہمیں نہیں مل سکا۔ اِس قصے کے ظاہری الفاظ سے اِس کا من گھڑت ہونا ہی سمجھ میں آتا ہے، لہذا جب تک کسی معتبر سند کے ساتھ یہ واقعہ نہ مل جائے، اِسے رسول اللہ ﷺ سے منسوب کر کے بیان کرنے سے اِجتناب کیا جائے۔

سوال: 43۔ دو شخص حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں داخل ہوئے اور ایک شخص کی طرف اِشارہ کیا اور کہا کہ اس شخص نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے۔ اُس شخص نے اِقرار کیا اور کچھ اَماتیں واپس کرنے کے لیے تین دن کی مہلت مانگی جس پر ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کی ضمانت دی۔ کیا یہ مذکورہ واقعہ درست ہے؟

جواب: یہ قصہ حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھی گئی معتمد کتب یا کسی اور معتبر کتاب میں نہیں ملا، البتہ بعض ادبی کتب میں درج ہے، مثلاً: محمد دیاب اتلیدی (متوفی بعد ۱۱۰۰ھ) کی کتاب "نوادر الخلفاء" کی اِبتدا میں قاضی شرف الدین حسین بن ریان کے حوالے منقول ہے، اور اِن دونوں شخصیات کے درمیان چار سو سال کا اور پھر قاضی شرف الدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان سات سو برس کا طویل زمانہ حائل ہے، اِس لیے بلا سند اِتنے اِنقطاع کے ساتھ قبول نہیں کیا جا سکتا، اِسی طرح عیسائی مؤلف لوئس شیخو یسوعی (متوفی ١٣٤٦ھ) نے اپنی کتاب "مجانی الادب فی حدائق العرب" (٤ / ٢٣٠) میں بھی بلا سند ذکر کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی بلند پایہ شخصیت کی نسبت سے اِس جیسے واقعے کے ثبوت کے لیے تیسرے درجے کے حوالہ جات ناکافی ہیں، مزید براں سیرت صحابہ رضی اللہ

عنہم کے متعلق مستند کتب میں اِس کا کوئی ثبوت بھی نہیں ملتا، جو اِس کے بے سند ہونے کی دلیل ہے، لہذا اِسے بیان کرنا درست نہیں۔

سوال:44۔آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے والی ایک بوڑھی عورت کے واقعہ کی تحقیق فرمائیں؟

جواب: اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت سے متعلق اکثر ایک بڑھیا کا واقعہ دو طرح سے سننے کو ملتا ہے:

1۔آپ ﷺ نے ایک بڑھیا کا سامان اُٹھایا اور اس نے آپ ﷺ کے بارے میں برا بھلا شروع کر دیا، پھر جب آپ ﷺ نے اپنا نام بتایا تو وہ بڑھیا آپ ﷺ کے اَخلاق کی وجہ سے مسلمان ہوگئی۔

2۔نبی اکرم ﷺ پر ایک بوڑھی عورت کوڑا ڈالا کرتی تھی، پھر ایک وقت بعد وہ بڑھیا بیمار پڑ گئی تھی، آپ ﷺ نے بیماری کی حالت میں اِس کی عیادت بھی کی تھی۔(اِس واقعے کا جواب سوال نمبر ۱۰ میں موجود ہے)۔

اِس واقعہ کو لوگ بلا تحقیق حدیث کہہ کر بیان کرتے ہیں۔

آپ کے سوال سے مراد اِسی واقعہ کی تحقیق مقصود ہے تو یہ واقعہ اَحادیث اور سیرت طیبہ کی کسی بھی معتبر کتاب میں نہیں، بلکہ کسی ضعیف روایت میں بھی اِس طرح کا کوئی واقعہ مذکور نہیں ہے جو کہ بلاشبہ موضوع من گھڑت ہے، لہٰذا اِسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے ذکر کرنا درست نہیں ہے۔

سوال:45۔ایک شخص میں چار خامیاں تھی نبی کریم ﷺ کے کہنے پر اُس نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا تو اُس کے باقی سب گناہ بھی چھوٹ گئے۔یہ روایت اکثر بیانات میں سنائی جاتی ہے اِس کی اَصل کیا ہے؟

جواب: اِس واقعہ کو علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (1031ھ) نے ''شرح الأربعین النوویۃ'' میں درج ذیل اَلفاظ میں نقل فرمایا ہے:

وقد وَرَدَ أنَّ أعرابيًّا بايع المصطفى صلى الله عليه وسلم على تركِ خصلةٍ من خصالٍ كالزِّنا والسرقة والكذب، فقال له النبيّ صلى الله عليه وسلم: دعِ الكذب فصار كلَّما همَّ بزنا أو سرقة قال: كيف أصنع؟ إن فعلت سألني النبيُّ، فإن صدقته حدَّني، وإن كذبته فقد عاهدني على ترك الكذب، فكان تركه سببًا لترك الفواحش كلها

ترجمہ: ''یعنی ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کے دست اَقدس پر بیعت اِس شرط پر کی کہ وہ زنا، چوری، اور جھوٹ میں سے صرف ایک عادت چھوڑے گا، آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹ چھوڑ دو، تو پھر جب بھی وہ زنا یا چوری کا ارادہ کرتا تو سوچتا کیسے یہ کام کر سکتا ہوں؟ اگر میں نے کر لیا اور حضور ﷺ نے پوچھ لیا تو اگر سچ بولوں گا تو وہ حد جاری کر دیں گے، اور اگر جھوٹ بولوں گا تو اُس کے چھوڑنے پر تو وہ مجھ سے وعدہ لے چکے ہیں، تو بس اِس کی وجہ سے تمام بری عادتوں سے چھٹکارا مل گیا۔''

(شرح الاربعین نوویہ، للمناوی، صفحہ ۲۱۰، مطبوعہا لمکتبۃ العربیہ سعودیہ)

لیکن علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس واقعہ کو بغیر سند کے نقل فرمایا ہے، اِسی طرح واقعات و مواعظ کی مختلف کتب میں بھی یہ واقعہ بغیر سند کے نقل کیا گیا ہے، اِس لیے جب تک کوئی معتبر سند نہ مل جائے تو نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کر کے بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

سوال:46۔ایک عورت اپنے ساتھ چار مردوں کو جہنم لے کر جائے گی۔باپ،شوہر، بھائی اور بیٹے کو اِس روایت کو اکثر بیان کیا جاتا ہے اِس کی کیا اَصل ہے؟

جواب: یہ روایت تلاش کے باوجود نہیں مل سکی، اِسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنے سے گریز کیا جائے۔لیکن اِس طرح کے عذاب پر مشتمل روایت کو علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے "الکبائر" میں الکبیرۃ السابعۃ والأربعون، نشوز المرأۃ علی زوجہا کے تحت بغیر سند کے ذکر کیا ہے، لیکن ایک عورت کے چار مردوں (باپ، بیٹا، شوہر، بھائی) کو جہنم میں لے جانے کی صراحت کسی روایت میں نہیں مل سکی۔

سوال:47۔جس شخص کے یہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کا نام برکت حاصل کرنے کے لئے محمد رکھے تو وہ بچہ اور اس کا والد دونوں جنت میں جائیں گے۔کیا یہ حدیث مبارکہ ہے؟

جواب: بعض علماء نے اِس حدیث کے بعض طرق کو حسن قرار دیا ہے، لیکن دیگر علماء نے اِسے موضوع قرار دیا ہے، مثلاً: ملا علی قاری فرماتے ہیں: "وحديث: "من ولد له مولود فسماه محمدًا تبركًا كان هو ووالده في الجنة"، وحديث: "ما من مسلم دنا من زوجته وهو ينوي إن حبلت منه أن يسميه محمدًا إلا رزقه الله ولدًا ذكرًا"، وفي ذلك جزء كله كذب".

یعنی جس شخص کے یہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کا نام برکت حاصل کرنے کے لئے محمد رکھے تو وہ بچہ اور اس کا والد دونوں جنت میں جائیں گے۔۔۔۔الاخر۔۔۔یہ موضوع ہے۔ (الاسرار المرفوعہ، جلد ۱، صفحہ ۴۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

اللؤلؤ المرصوع میں ہے:

حَدِيث: "من ولد لَهُ مَوْلُود فَسَماهُ مُحَمَّدًا تبركًا كَانَ هُوَ وَولده فِي الْجنَّة مَوْضُوع

یعنی جس شخص کے یہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کا نام برکت حاصل کرنے کے لئے محمد رکھے تو وہ بچہ اور اس کا والد دونوں جنت میں جائیں گے۔یہ موضوع ہے۔ (اللؤلؤ المرصوع، جلد ۱، صفحہ ۳۰۲، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ)

اِس لیے اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

سوال:48۔اپنی اولاد کو رونے پر مت مارو کیونکہ بچہ کا رونا چار مہینہ لا الہ الا اللہ ہے، اور چار مہینہ تک محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، اور چار مہینہ والدین کے لئے دُعا ہے۔اکثر یہ روایت بیان کی جاتی ہے گھروں میں اِس کی کیا اَصل ہے؟

جواب: سوال میں مذکور حدیث تین صحابہ کرام: حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت واثلۃ بن الاسقع اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے، ذیل میں اِن تینوں صحابہ کرام کرام روایات کے الفاظ اور اُن کا ترجمہ ذکر کیا جاتا ہے، پھر اِن اَحادیث کا حکم ذکر کیا جائے گا: (1) حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اِس حدیث کے تین طرق ہیں، دو طرق کے اَلفاظ مختلف ہیں):

پہلا طریق:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لا تَضْرِبُوا أَوْلادَكُمْ عَلَى بُكَائِهِمْ، فَبُكَاءُ الصَّبِيِّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ: الصَّلاةُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ: دُعَاءٌ لِوَالِدَيْهِ".

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم لوگ اپنے بچوں کو رونے پر مت مارا کرو، کیونکہ بچے کا چار ماہ تک رونا ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ'' کی گواہی ہوتی ہے، اِس کے بعد چار ماہ تک بچے کا رونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دُرود شریف بھیجنا ہوتا ہے اور مزید چار ماہ تک رونا اُس کے والدین کے لیے دُعا ہوتا ہے۔''

(تاریخ بغداد، جلد ۱۳، صفحہ ۲۴۶، مطبوعہ دار الغرب الاسلامی)

دوسرا طریق:

وَأَخْرَجَ الْحَافِظُ مُحِبُّ الدِّينِ بْنُ النَّجَّارِ فِي "تَارِيخِ بَغْدَادَ" مِنْ طَرِيقِ أَبِي إِسْحَاقَ ... عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بُكَاءُ الصَّبِيِّ إِلَى شَهْرَيْنِ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِلَى أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ: الْيَقِينُ بِاللهِ، وَإِلَى ثَمَانِيَةِ أَشْهُرٍ: الصَّلَاةُ عَلَيَّ، وَإِلَى سَنَتَيْنِ: الِاسْتِغْفَارُ لِلْوَالِدَيْنِ، وَكُلَّمَا اسْتَسْقَى شَرْبَةً مِنَ الْوَالِدَةِ أَنْبَعَ اللهُ فِي صَدْرِهَا عَيْنًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَخْرُجُ إِلَى ثَدْيِهَا مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ فَيَشْرَبُ۔''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بچے کا دو ماہ تک رونا ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ'' کی گواہی ہے اور چار ماہ تک رونا اللہ پر یقین کا سبب ہے اور آٹھ ماہ تک رونا مجھ پر درود بھیجنا ہے اور دو سال تک رونا والدین کے لیے اِستغفار ہے۔ جب بھی بچہ اپنے ماں کا دُودھ پینا چاہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے ماں کے سینے میں جنت کا ایک چشمہ جاری کر دیتے ہیں، وہ چشمہ اس کے پیٹ گوبر اور خون کے درمیان سے نکل کر اُس کی چھاتی میں سے جاری ہوتا ہے، اور وہ بچہ (دودھ کی شکل میں) اُس میں سے پیتا ہے۔'' (اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، جلد ۱، صفحہ ۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(2) حدیث واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اِس حدیث کے تین طرق ہیں):

پہلا طریق:

من طريق أبي العباس أحمد بن عيسى الوشاء بتنيس ثنا محمد بن جعفر المصيصي ثنا محمد بن قطن ثنا معلى الرفا عن معروف الخياط عن واثلة بن الأسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "بكاء الصبي إلى سنتين لا إله إلا الله ثم من بعد ذلك استغفار لأبويه فما عمل من حسنة فلأبويه وما عمل من سيئة فلا عليه ولا على أبويه"

(تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد ۵۵، صفحہ ۱۰۶، مطبوعہ بیروت)

دوسرا طریق:

من طريق أبي عمر عبد الرحمن بن أبي قرصافة العسقلاني ثنا محمد بن جعفر المصيصي ثنا محمد بن قطن ثنا يعلى الرفاعي عن معروف الخياط عن واثلة ابن الأسقع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: "بكاء الصبي إلى سنتين لا إله إلا الله محمد رسول الله... الخ

(التدوین فی اَخبار قزوین، جلد ۲، صفحہ ۲۳۱، مطبوعہ بیروت)

تیسرا طریق:

من طريق محمد بن خريم أن هشام بن عمار حدثهم نا معروف الخياط عن واثلة بن الأسقع قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) بكاء الصبي إلى سنتين يقول لا إله إلا الله وما كان بعد ذلك فاستغفار لأبويه وما عمل من حسنة فلأبويه وما عمل من سيئة لم تكتب عليه ولا على أبويه حتى يجري عليه القلم.

(تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد ۵۹، صفحہ ۳۴۸، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ''حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: بچے کا دو سال تک رونا ''لا إله إلا الله'' ہے (دوسرے طریق میں ''محمد رسول اللہ'' کا بھی اِضافہ ہے)، اس کے بعد رونا والدین کے لیے اِستغفار ہے، بچہ جو بھی نیک عمل کرے گا، وہ اُس کے والدین کے لیے ہوگا اور بچہ جو بھی برا عمل کرے گا، اِس کا گناہ نہ اُس بچے پر ہوگا اور نہ اُس کے والدین پر ہوگا، (تیسرے طریق میں آخر میں اِن الفاظ کا اضافہ ہے: ''یہاں تک اِس پر قلم چل جائے یعنی خط تنسیخ پھیر دیا جائے)۔''

(3) حدیث اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تضربوا أولادكم في المهد على بكائهم، فإن بكاء الصبي في المهد أربعة أشهر شهادة أن لا إله إلا الله، وأربعة أشهر الصلاة على نبيكم صلى الله عليه وسلم، وأربعة أشهر الاستغفار لوالديه"

ترجمہ: ''حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: بچہ جب گود میں ہو، تو اس کو رونے پر مت مارا کرو، کیونکہ بچے کا چار ماہ تک رونا ''لا إله إلا الله'' کی گواہی ہے، اُس کے بعد چار ماہ تک رونا تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہے اور اس کا چار ماہ تک رونا اپنے والدین کے لیے اِستغفار ہے۔ (الطیوریات، جلد ۲، صفحہ ۵۵۰، مطبوعہ مکتبہ اَضواء السلف الریاض)

مذکورہ بالا تین اَحادیث کا حکم:

(1) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ فرمایا ہے: ''حدیث منکر'' ہے، ابوالحسن البلدی کے علاوہ حدیث کے باقی تمام رجال ثقہ مشہور ہیں، علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس حدیث کو اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں نقل کر کے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

(کتاب الموضوعات للجوزی، باب ضرب الاطفال، جلد ۱، صفحہ ۱۵۲)

البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''لسان المیزان'' میں اِس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد خطیب کا کلام نقل کیا ہے، اُس کے بعد یہ اِضافہ فرمایا ہے: ''موضوع بلا ریب'' (بلاشبہ یہ حدیث من گھڑت ہے) یعنی اِس حدیث کو من گھڑت قرار دیا ہے۔

(لسان المیزان، جلد ۵، صفحہ ۴۷۸، برقم ۵۲۹۶، مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ)

اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اِس حدیث پر حافظ اِبن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ذکر کرنے کے بعد اِس حدیث کے مزید دو طریق بطور متابع کے ذِکر کیے ہیں، ایک ابن النجار کا اور دوسرا دیلمی کا، ان دونوں طریقوں میں ایک راوی ''ابو مقاتل السمرقندی'' ہیں، جن کے بارے میں اِمام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جرح کرتے ہوئے ''واہ'' قرار دیا ہے۔

(اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المبتداء، جلد ۱، صفحہ ۹۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت لبنان)

لیکن علامہ ابن عراق کنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تنزیہ الشریعۃ'' میں ''ابو مقاتل السمر قندی'' کے متعلق مزید سخت جرح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اِن کی طرف ''کذب اور وضع'' کی نسبت کی گئی ہے، یعنی اُن کی طرف جھوٹ اور اپنی طرف سے اَحادیث گھڑ کر بیان کرنے کی نسبت کی گئی ہے۔ (تنزیہ الشریعہ المرفوعہ، جلد ۱، صفحہ ۱۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لہذا یہ دو طریق بھی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متابع نہیں بن سکتے۔

(2) اِس حدیث کے پہلے طریق میں راوی: ''ابن الوشاء التنیسی'' کے متعلق محدثین کا کہنا ہے کہ وہ منکر روایات بیان کیا کرتے تھے، انہیں بعض محدثین نے ثقہ اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے، نیز اِس حدیث کے پہلے اور دوسرے طریق میں راوی: ''محمد بن جعفر المصیصی'' مجہول الحال ہیں، اِسی طرح اِس حدیث کے تینوں طرق میں راوی: معروف بن عبد اللہ الخیاط کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تقریب التہذیب'' میں ضعیف قرار دیا ہے۔

معروف بن عبد اللہ الخیاط، ابو الخطاب الدمشقی، ''ضعیف''۔

(تقریب التہذیب، صفحہ ۹۵۹، مطبوعہ دار العاصمۃ، للنشر والتوزیع)

البتہ اِس حدیث کے تیسرے طریق کے متعلق خود ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''غریب جدا'' فرمایا ہے اور اِس میں راوی: محمد بن خریم کے متعلق علامہ ابن عراق الکنانی نے ''تنزیہ الشریعہ'' میں اپنے شبہ کا اِظہار اس طرح فرمایا ہے کہ اگر یہ محمد بن خزیمہ ہیں، تو ان کے متعلق علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے: محمد بن خزیمہ مجہول ہیں اور وہ ہشام بن عمار سے جھوٹی روایت بیان کرتے ہیں، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا ہے کہ یہ معروف ہیں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اِن کا تعارف کروایا ہے اور ان پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ اُن کی بیان کردہ اَحادیث اُن کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اور اگر راوی محمد بن خریم ہوں، تو ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تبصرہ یہ ہے کہ وہ ہشام بن عمار سے روایت کرنے میں مشہور اور میری نظر سے کسی محدث کا اُن کو ضعیف قرار دینے کا حکم نہیں گزرا، نیز محمد بن خریم سے جنہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے، وہ ابو الفرج العباس بن محمد بن حیان الدمشقی، ان کا حال معلوم نہیں ہے۔

(3) حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے متعلق ابو نصر ہبۃ اللہ السجزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی 514ھ نے اپنی کتاب ''الجزء الأول والثانی من المنتخب من کتاب السبعیات'' میں فرمایا ہے کہ اِس حدیث کے راویوں میں سے ''القاضي أبا الحسن محمد بن علي بن محمد الصخری'' کے علاوہ تمام راوی مجہول الحال ہیں۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ بالا تین روایات میں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت تو ''موضوع'' (من گھڑت) ہے، جبکہ اِس روایت کے دو شاہد حدیث حضرت واثلہ بن الاسقع اور حدیث حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہما پر محدثین کا حکم موضوع ہونے کا اگرچہ نہیں ملا ہے، تاہم

ایک تو ان دونوں میں بھی وہی مضمون بیان ہوا ہے، جو حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موضوع طریق میں ہے اور دوسرا یہ دونوں طریق نہایت ضعیف ہیں، خصوصا جبکہ دونوں کے متن میں ''نکارۃ'' بھی پائی جاتی ہو، اِس لیے اِحتیاط یہی ہے کہ ایسی روایت کو بیان کرنے سے اِجتناب کیا جائے۔

سوال: 49۔ بخیل جنت میں نہیں جائے گا اگر چہ وہ عابد ہو، اور سخی جہنم میں نہیں جائے گا اگر چہ وہ فاسق ہو۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔؟

جواب: یہ روایت من گھڑت ہے اِسکی کوئی اِصل نہیں ہے:

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ'' میں اِس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''لا اصل لہ'' اِس کی کوئی اَصل نہیں ہے۔ (الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، صفحہ ۱۶۳، مطبوعہ المکتب الاسلامی)

سوال: 50۔ دین کی فکر کے لیے ایک لمحہ بیٹھنا ستر سال کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: اِس روایت کی کوئی سند نہیں مل سکی، اور جس روایت کی کوئی سند نہ ہو وہ بے اَصل ہوتی ہے، اُس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ البتہ علامہ اِسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ایک طویل حدیث بلا سند، صیغہ مجہول (رُوِیَ) کے ساتھ ذکر کی ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں: عن المقداد بن الاسود، دخلت علی ابی بکر رضی اللہ عنہ، فسمعتہ یقول: قال رسول اللہ ﷺ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ (تفسیر روح البیان، سورۃ الجاثیہ، آیت ۱۳، جلد ۰۸، صفحہ ۵۹۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

لہذا جو ستر کا عدد ہے، وہ سنداً ثابت نہیں۔ اور اِسی سے ملتی جلتی روایت:

ایک گھڑی غور و فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ یہ حدیث بھی نہیں ہے بلکہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔ اِس روایت کی سند میں دو راوی جھوٹے ہیں (۱) عثمان بن عبداللہ القرشی الشامی (۲) اسحاق بن نجیح الملطی، اِس کو اِمام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اکذب الناس (سب سے زیادہ جھوٹا) کہا ہے، اسی وجہ سے ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور البانی نے اِس کو موضوع کہا ہے، البتہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اِمام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس کے ضعف کے قائل ہیں۔

سوال: 51۔ حضرت موسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسی جب میں آپ سے بات کرتا ہوں تو میرے اور آپ کے درمیان 70 ہزار پردے ہوتے ہیں لیکن اُمت محمدیہ جب افطار کے وقت دُعا مانگے گی تو کوئی پردہ نہ ہوگا۔ کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: اِس قسم کی ایک روایت مشہور مؤرخ و ادیب ''عبدالرحمن بن عبدالسلام الصفوری الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''نزھۃ المجالس و منتخب النفائس'' میں رمضان کی فضیلت کے بیان میں بلا سند ذِکر کی ہے جو کہ ثابت نہیں:

(نزہۃ المجالس، جلد ۰۱، صفحہ ۱۶۵)

جس کا حاصل یہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرتے تھے تو اُن کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار پردے حائل ہوتے تھے، جب کہ اِفطار کے وقت اُمتِ محمدیہ کے دُعا مانگتے وقت کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

پہلی بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت کی سند ذکر نہیں کی گئی کہ اس کی تحقیق کی جاتی۔ لہٰذا بلا تحقیق اِسے بیان کرنے سے اِجتناب کرنا چاہیے۔

اگر یہ حدیث سنداً صحیح اور ثابت بھی ہوتو اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ (نعوذ باللہ) اِس اُمت کے روزہ داروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت حاصل ہے، کوئی اُمتی خواہ کسی بھی امت کا ہو کسی بھی نبی علیہ السلام سے مرتبے تک پہنچنا تو درکنار نبی کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

اولاً اِس حدیث میں اِفطارِ رمضان المبارک کے وقت اُمتِ محمدیہ کی دُعاؤں کی قبولیت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی کے مقابل ذکر کیا گیا ہے، نہ کہ نبی کی دُعا کا مقابلہ اُمتی کی دُعا سے کیا جارہا ہے۔ نبی کی دُعا یقیناً قبولیت کے اِس سے بھی زیادہ قریب ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اِس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی فضلیت وشرف کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی برکت سے اُمتِ محمدیہ کے روزہ داروں کو یہ فضیلت عطا کرے گا کہ اگرچہ وہ براہِ راست مجھ سے یوں ہم کلام نہیں ہوں گے، لیکن میں اُن کی دُعا ایسے قبول کروں گا جیسے کوئی حجاب درمیان میں نہ ہو۔

سوال:52۔ قیامت کے ایک قبر سے ستر ستر مردے اُٹھیں گے؟ کیا یہ روایت درست ہے؟

جواب: قبر سے تعیین کے ساتھ ستر مردے اُٹھائے جانے کی بات صرف لوگوں کی بنائی ہوئی ہے، اِس بات کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ اور نہ کسی صحیح بلکہ ضعیف روایات میں بھی موجود نہیں ہے۔ لہذا ایسی من گھڑت باتیں پھیلانے سے اِجتناب کرنا چاہیے۔

سوال:53۔ حضرت بلال نے اذان نہیں دی تو دن نہیں چڑھا یہ روایت بھی بڑے جوش کے ساتھ بیان کی جاتی ہے محافل میں اور قوال حضرت بھی بیان کررہے ہوتے ہیں۔ اِس کی اَصل کیا ہے؟

جواب: یہ واقعہ بالکل من گھڑت وجھوٹ پر مبنی ہے اِس کی کوئی اَصل یا حقیقت نہیں ہے۔

سوال:54۔ اِس روایت کی کیا حقیقت ہے؟

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سخت بارش کے موسم میں آپ ﷺ نے ابوجہل کے گھر دستک دی تو ابوجہل نے اپنی بیوی سے کہا کہ اُس وقت ضرور کوئی حاجت مند آیا ہوگا، میں اُس کی ضرور اُس کی حاجت پوری کروں گا اور جب دروازہ کھولا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا کلمہ پڑھ لیں تو ابوجہل نے اِنکار کردیا۔؟

جواب: سوال میں ذکر کردہ واقعہ باوجود کوشش وتلاش کے حدیث کی کسی مستند ومعتبر کتاب میں حدیث کی کسی بھی قسم (صحیح، حسن، ضعیف، وغیرہ) اور کسی بھی شکل میں نہیں ملا، لہذا جب تک کسی معتبر کتاب اور صحیح سند سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے، اس کی نسبت جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنے سے اِجتناب کیا جائے۔

سوال:55۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو نہ کوڑ کا مرض تھا اور نہ ہی آپ علیہ السلام کے بدن مبارک میں کیڑے پڑے تھے، کیونکہ اَنبیائے کرام علیہم السلام اِن چیزوں سے پاک ہوتے ہیں جن سے لوگوں کو گھن آتی ہو۔

اب بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ درست نہیں ہے اور ایوب علیہ السلام کے بدن میں معاذ اللہ کیڑے پڑے تھے، یہ بات پہلے بھی کچھ علما بیان کرتے چلے آئے ہیں، تو ایسے لوگوں کو کس طرح سمجھائیں، اِس کا کوئی ثبوت بیان کردیجیے۔ کیا یہ روایت درست ہے؟

جواب: حضرت ایوب علیہ السلام بلاشبہ اللہ پاک کے نبی ہیں اور اَنبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہر اس بات سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں جن سے لوگوں کو گھن آتی ہے، لہٰذا حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا کہ مَعاذَ اللہ آپ کو کوڑھ کا مرض تھا یا بدنِ مبارک میں کیڑے پڑ گئے تھے ہرگز درست نہیں، بلکہ یہ غیر معتبر واقعہ ہے، جیسا کہ کتبِ معتبرہ میں موجود ہے :

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

حضرتِ ایوب علیہ السلام کے جسم پر کیڑے پڑنا منقول تو ہے، پر تمام مفسرین نے اسے نقل نہیں کیا ہے بعض تفسیروں میں ایسے واقعات کو لکھ کر اُن کی صحّت کے بارے میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں بھی واقعے کے بارے میں شبہ تھا اللہ تعالیٰ اَنبیائے کرام کو کسی ایسے مرض میں مبتلا نہیں فرماتا جس سے لوگوں کو نفرت ہو لہٰذا جب تک کسی صحیح حدیث سے یہ واقعہ ثابت نہ ہو تب تک اِسے بیان کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ (وقار الفتاویٰ، جلد ۱۰، صفحہ ۱۷، مطبوعہ بزم وقار الدین کراچی)

یونہی بعض کتابوں میں جو یہ واقعہ مذکور ہے کہ بیماری کے دوران حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے جو آپ کا جسم شریف کھاتے تھے، یہ بھی درست نہیں کیونکہ ظاہری جسم میں کیڑوں کا پیدا ہونا بھی عوام کے لئے نفرت و حقارت کا باعث ہے اور لوگ ایسی چیز سے گھن کھاتے ہیں۔ لہٰذا خطباء اور واعظین کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب نہ کریں جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور وہ منصبِ نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہو۔

لہٰذا حضرت ایوب علیہ السلام کا اپنے جسم کے کیڑے کو یہ کہنا اللہ کے رزق میں سے کھا یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جو فقط عوام میں مشہور ہیں۔

سوال: 56۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرا بستر سمیٹ دو اب میرے آرام کے دن ختم ہو گئے۔ کیا ایسی کوئی روایت معتبر کتب میں موجود ہے؟

جواب: مذکورہ روایت کو سیدا براہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "فی ظلال القرآن" میں بلا سند اِس طرح سے ذکر کیا ہے:

مضی عھد النوم یا خدیجۃ: میری نیند کے دِن ختم ہو گئے

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تا حال ہمیں کہیں نہیں مل سکی اور جب تک اِس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام اور واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو۔

سوال: ۵۷۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرتِ آدم علیہ السلام کے مبارک جسم میں روح ڈالنے سے پہلے شیطان نے اِن پر مَعاذَ اللہ تھوکا تھا اور اُس تھوک سے کتا پیدا ہوا کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: یہ روایت من گھڑت و بے اَصل ہے مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس واقعے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: کتا بننے کی یہ روایت بے بُنیاد اور لَغْو (یعنی فضول) ہے صحیح روایت میں اِس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

(وقار الفتاویٰ، جلد ۱۰، صفحہ ۳۴۴، بزم مطبوعہ بزم وقار الدین کراچی)

سوال:58۔نماز مومن کی معراج ہے کیا یہ حدیث ہے کیونکہ اکثر اِس روایت کو بیانات میں بطور فضیلت بیان کیا جاتا ہے؟

جواب: صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے، لہذا رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کیے بغیر یہ جملہ استعمال کیا جاسکتا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے، اِس لیے کہ نماز اِنسان کو اللہ تعالیٰ سے ملانے کا ذریعہ ہے۔

اِس حوالے سے الیواقیت الغالیۃ میں ہے: (الصلاة معراج المؤمن) اشتهر على ألسنة العوام أنّه حديث مرفوع، وقد أوغلت في طلبه في مظانّه فلم أعرفه ولم أعثر له على سند، والظاهر أنّه من كلام بعض السلف.

یعنی نماز مومن کی معراج ہے یہ جملہ لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے اور یہ مرفوع روایت ہے اور اِس کی نہ کوئی سند ہے اور نہ ہی کوئی دلیل بظاہر یہ سلف الصالحین کا کلام ہے۔ (الیواقیت الغالیۃ، جلد ۰۲، صفحہ ۶۲، ۶۶ مطبوعہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں اِس حوالے سے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

أنّ الصلاة معراج المؤمن من حيث أنّها حالة حضور الرب وكمال القرب في الحالات وأنواع الانتقالات، وهو من أعظم اللذات عند عشاق الذات والصفات

ترجمہ: ''اِس حدیث (معراج والی) میں یہ اِشارہ بھی ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے کیونکہ مومن نماز کی حالت میں اپنے محبوب حقیقی کے زیادہ قریب ہوتا ہے اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے عاشق لوگوں کے لئے سب سے زیادہ لذت والی چیز نماز ہی ہے۔''

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فی المعراج، جلد ۱۰، صفحہ ۵۷۱، مطبوعہ مکتبہ وحیدیہ پشاور)

سوال:59۔کیا حدیث میں ایسے کسی صحابی کا تذکرہ ملتا ہے جن کے چہرے پر داڑھی کے دو بال تھے اور ان کو اکھاڑنے پر ﷺ نے ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ان بالوں سے فرشتے کھیلتے تھے؟

جواب: سوال میں جو الفاظ ذکر کیے ہیں، حدیث کی کتابوں میں تلاش کے باوجود ہمیں مذکورہ الفاظ سے کوئی حدیث نہیں مل سکی، لہذا جب تک کسی معتبر سند سے اِس کا ثبوت نہ مل جائے، اِس وقت تک اِسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے سے احتراز کیا جائے۔

سوال:60۔مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا۔کیا یہ روایت درست ہے۔؟

جواب: سوال میں ذکر کردہ روایت باوجود کوشش کے حدیث کی کسی مستند و معتبر کتاب میں حدیث کی کسی بھی قسم (صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ) میں کسی بھی شکل میں نہیں ملی، لہذا جب تک اِس کا ثبوت نہیں ملتا ہے، اِس کی نسبت نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی طرف کرنے سے اِجتناب کرنا ضروری ہے۔

سوال:61۔بہت سے لوگ حدیث قدسی کہہ کر یہ والا میسج سینڈ کرتے ہیں:

اے ابنِ آدم!! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، مگر ہوگا وہی جو میری چاہت ہے! اگر تو نے خود کو سپرد کر دیا اُس کے جو میری چاہت ہے تو میں بخش دوں گا تجھ کو جو تیری چاہت ہے! اور اگر تو نے نافرمانی کی اُس کی جو میری چاہت ہے تو میں تھکا دوں گا تجھ کو

اُس میں جو تیری چاہت ہے اور پھر ہوگا وہی جو میری چاہت ہے! کیا یہ واقعی حدیث قدسی ہے؟

جواب: حدیثِ قدسی اللہ تعالیٰ کے اُس کلام کو کہتے ہیں جو قرآن کا حصہ نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اِس کو نقل فرمایا ہو، چنانچہ کسی بات کو حدیثِ قدسی کہنا اُس وقت درست ہوگا جب اُس بات کا اللہ تعالیٰ کے کلام کے طور پر رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونا ثابت ہو۔

جہاں تک سوال میں مذکور روایت کی بات ہے تو کتب حدیث میں مذکورہ روایت صرف ایک کتاب ''نوادر الاصول'' حکیم الترمذی (المتوفی بین ۲۸۵ــ۲۹۰ھ اونحو ۳۲۰ھ) میں ملتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا عمر بن أبي عمر قال: حدثنا عبد الوهاب بن نافع عن مبارك بن فضالة عن الحسن قال: قال الله تعالى: (لداود عليه السلام) يا داود! تريد وأريد ويكون ما أريد، فإذا أردت ما أريد كفيتك ما تريد، ويكون ما أريد، وإذا أردت غير ما أريد عنيتك فيما تريد ويكون ما أريد

ترجمہ: ''حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا: اے داؤد ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، ہوگا تو وہی جو میری چاہت ہے، پس اگر تم اپنی چاہت کو میری چاہت کے تابع کردو تو میں تمہاری چاہت کے لیے بھی کافی ہوجاؤں گا (یعنی تمہاری چاہت بھی پوری کردوں گا)، اور بہر حال ہوگا تو وہی جو میں چاہوں گا، اور اگر تمہاری چاہت میری مرضی کے خلاف ہو تو میں تمہیں تمہاری چاہت میں تھکا دوں گا (یعنی پوری کوشش کے باوجود تمہاری چاہت پوری نہیں ہوگی) اور ہوگا تو پھر بھی وہی جو میری چاہت ہے۔'' (نوادر الاصول، الاصل الخامس والعشرون والمائۃ، صفحہ ۱۶۱، مطبوعہ دار صادر بیروت)

لیکن مذکورہ روایت کو حدیث قدسی تسلیم کرنے سے دو باتیں مانع ہیں، ایک یہ کہ اس روایت میں مذکورہ فقرہ رسول اللہ ﷺ سے نقل نہیں کیا گیا ہے، بلکہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے، اِس لیے اس فقرہ کو حدیثِ قدسی نہیں مانا جاسکتا، مزید یہ کہ اِس روایت کی سند بھی انتہائی کمزور ہے، کیوں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک کی سند میں مذکور تینوں راوی متکلم فیہ ہیں۔ (عمر ابن ابی عمر اور عبد الوھاب بن نافع انتہائی درجہ کے ضعیف راوی ہیں، جب کہ مبارک ابن فضالہ مدلس ہیں اور یہ روایت اِن سے ''عن'' کے ساتھ منقول ہے)، لہٰذا اِس روایت کا خود حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ثابت ہونا بھی محل نظر ہے۔

البتہ اس روایت کو معنی درست قرار دیا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ یہ روایت سند کے بغیر بعض شروحِ حدیث اور زہد وتصوف کی کتب میں مذکور ہے۔ جیسے: شرح مشکاۃ للطیبی اور مرقاۃ المفاتیح علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بعض کتب کی طرف نسبت کرتے ہوئے درج ذیل الفاظ کے ساتھ یہ روایت منقول ہے:

وفي بعض الكتب: عبدي تريد وأريد، ولا يكون إلا ما أريد، فإن رضيت بما أريد كفيتك ما تريد، وإن لم ترض بما أريد أتعبتك فيما تريد، ثم لا يكون إلا ما أريد. یعنی بعض کتب میں ہے کہ اے میرے بندے ایک تیری چاہت اور ایک میری چاہت ہے اور ہوگا وہی جو میں چاہوں گا پس اگر تو راضی ہوگیا اُس پر جو میری چاہت ہے تو میں تجھے کفایت کروں گا اُس میں جو تیری چاہت ہے اور اگر تو راضی نہ ہوا اُس پر جو میری چاہت ہے تو میں تجھے تھکا دوں گا اُس میں جو تیری چاہت ہے اور پھر ہوگا وہی جو میری چاہت ہے۔

(شرح المشکاۃ، جلد ۰۶، صفحہ ۱۱۳۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مرقاۃ المفاتیح، جلد ۰۴، صفحہ ۱۵۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قوت القلوب للامام ابو طالب مکی (متوفی 386ھ) اور احیاء العلوم وغیرھما کتب تصوف میں بھی یہ روایت منقول ہے چنانچہ احیاء العلوم میں ہے: ویروی أن الله تعالى أوحى إلى داود عليه السلام يا داود إنك تريد وأريد وإنما يكون ما أريد فإن سلمت لما أريد كفيتك ما تريد وإن لم تسلم لما أريد أتعبتك فيما تريد ثم لا يكون إلا ما أريد "یعنی روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی اے داؤد بے شک ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے اور ہوگا وہی جو میری چاہت ہے اگر تو نے میرے لیے تسلیم کر لیا اُسے جو میری چاہت ہے تو میں تجھے کفایت کروں گا اُس میں جو تیری چاہت ہے اگر تو نے تسلیم نہ کیا اُسے جو میری چاہت ہے تو میں تجھے تھکا دوں گا اُس میں جو تیری چاہت ہے پھر ہوگا وہی جو میری چاہت ہے۔

(احیاء علوم الدین، جلد ۴، صفحہ ۳۴۶، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

لیکن ان کتب میں مذکور ہونے کے باوجود روایت کے الفاظ کا ضعف ختم نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ایک تو ان کتب میں یہ روایت سند کے بغیر مذکور ہے، دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہ مصنفین حضرات حکیم ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متاخر ہیں؛ اِس لیے ظاہر یہی ہے کہ اُنہوں نے حکیم ترمذی ہی کی روایت کو سند اور حوالہ کے بغیر نقل کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ چوں کہ اس روایت میں حدیثِ قدسی ہونے کی شرائط بھی مکمل نہیں ہیں، اور سند بھی انتہا درجے کی ضعیف ہے؛ اِس لیے اِس روایت کو حدیثِ قدسی کہنا اور حدیثِ قدسی کے عنوان سے آگے نقل کرنا درست نہیں ہے، البتہ مذکورہ مشائخ کا اس عبارت کو ذکر کرنا اس کے معنی اور مضمون کے درست ہونے کی علامت ہے، چنانچہ اِس عبارت یا جملوں کو انہی حضرات کی طرف منسوب کر کے اُن کے حوالہ سے ذکر کیا جائے تو اِس میں حرج نہیں، لیکن حدیثِ قدسی کہہ کر نقل کرنا جائز نہیں۔

سوال: 62۔ ایک روایت بیان کی جاتی ہے، جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ: "ایک یہودی کا جنازہ جا رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آب دیدہ ہوئے، لوگوں نے آپ سے کہا یہ تو یہودی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ: "ہے تو میرا اُمتی" اِس روایت کے بارے میں بتائیے کہ آیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ روایت کافی تلاش کے باوجود کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی لہذا جب تک کسی معتبر کتاب یا سند کے ساتھ نہ مل جائے، اِس روایت کو بیان کرنے سے اِحتراز کیا جائے۔

سوال: 63۔ میری اُمت کے علماء بنی اِسرائیل کے اَنبیاء کی طرح ہیں، کیا یہ حدیث ہے؟

جواب: "علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل" کہ میری اُمت کے علماء بنی اِسرائیل کے اَنبیاء کی طرح ہیں، یہ روایت بے اُصل ہے، کسی معتبر کتاب میں یہ روایت موجود نہیں ہے، لہذا اِس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ میں ہے اِس روایت کے حوالے سے ہے کہ!

(حديث) "عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ" لا أصل له.

کہ میری اُمت کے علماء بنی اِسرائیل کے اَنبیاء کی طرح ہیں، یہ روایت بے اَصل ہے۔

(الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ، جلد ۰۱، صفحہ ۱۴۸، مطبوعہ الریاض)

سوال:64۔ ہمارے ہاں اکثر خطباء حضرات محبت اہل بیت وفضائل اہل بیت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں یعنی سُن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہو وہ شہید ہے، سن لو! جو اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے، سُن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا تو وہ توبہ کرنے والا ہو کر فوت ہوا، سُن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوگا وہ مکمل ایمان کے ساتھ دُنیا سے گیا، سن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اسے مَلَکُ الْمَوْت حضرت عزرائیل علیہ السلام اور پھر منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں، سن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اسے ایسی عزت کے ساتھ جنت کی طرف روانہ کیا جاتا ہے، جیسے دولہن دولہا کے گھر بھیجی جاتی ہے، سن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنت کے 2 دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، سُن لو! جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اُس کی قبر پر رحمت کے فرشتے زیارت کے لئے آتے ہیں، ۔۔۔۔۔۔۔اِس روایت کی کیا حقیقت واَصل ہے؟

جواب: یہ روایت حدیث کی کسی معروف اور مستند کتاب میں مذکور نہیں ہے، اِس روایت کو علامہ ابو اِسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے وہ سند یہ ہے: "ابو محمد عبداللہ بن حامد اصبہانی از عبداللہ بن محمد بن علی بن حسین بلخی از یعقوب بن یوسف بن اِسحاق از محمد بن اسلم طوسی از یعلیٰ بن عبید از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از جریر بن عبداللہ بجلی"، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو!۔۔۔۔۔

(الکشف والبیان، جلد ۸، صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مذکورہ بالا روایت کئی کتب مثل تفسیر ثعلبی، وثعالبی، کشاف، ورازی، ابن عطیہ، روح البیان، بحر مدید، منیر، قرطبی، لباب الانساب والالقاب والاعقاب، رسائل مقریزی، تخریج احادیث کشاف للزیلعی وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اِن تمام نے ہی مباشرۃ وبلا مباشرۃ ماخذ تفسیر ثعلبی ہی کو بنایا ہے۔ لیکن نقاد آئمہ کرام مثل اِمام سخاوی وحافظ ابن حجر عسقلانی وحافظ ابن حجر ہیتمی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اِس کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) نے اِس سند کو ذکر کر کے فرمایا کہ: "یہ سند موضوع ہے۔ اِس روایت کے من گھڑت ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں، محمد بن اسلم اور اُس کے اُوپر راوی ثابت ہیں اور اِس سند میں وجہ آفت ثعلبی اور محمد کے درمیان راوی ہیں اور اِس میں علت بلخی ہے یا اُس کا شیخ ہے اور میں نے دونوں کا تذکرہ اَسماء الرجال کی کسی کتاب میں نہیں پایا، سو یہ روایت موضوع ہے۔" (الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف، جلد ۴، صفحہ ۲۲۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ زمخشری نے اِس روایت کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے اور باقی مفسرین نے اِس روایت کو تفسیر کشاف حوالے سے ذکر کیا ہے اور یہ سب لوگ اِس روایت کی سند کی تحقیق کے بغیر نقل در نقل کرتے چلے گئے۔

سوال:65۔ کیا گلاب کا پھول نبی کریم ﷺ کے پسینے سے بنا ہے کیونکہ اکثر خطباء حضرات اِس کو بیان کرتے نظر آتے ہیں کیا یہ حدیث ہے اور اِس کی اصل کیا ہے؟

جواب: ایسی کوئی حدیث نہیں ہے محدثین نے اِسی طرح کی روایتوں کو موضوع قرار دیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قال النووی: لا یصح: وقال العسقلانی: موضوع یعنی اِمام نووی فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اِمام عسقلانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ (الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، صفحہ ۳۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اِس روایت کے سند موضوع ہونے کا بیان شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کیا ہے چنانچہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں: بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے گلاب کا پھول پیدا ہوا ہے۔

ایک اور جگہ مروی ہے آپ نے فرمایا: گل سفید یعنی چنبلی میرے پسینے سے شب معراج پیدا ہوئے، گل سرخ گلاب جبریل علیہ السلام کے پسینہ سے اور گل زرد یعنی چمپا براق کے پسینہ سے نیز مروی ہے کہ فرمایا معراج سے واپسی پر میرے پسینہ کا قطرہ زمین پر گرا تو اس سے گلاب کی روئیدگی ہوئی جو کوئی میری خوشبو سونگنا چاہے وہ گلاب کو سونگے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین ہنسی اور گلاب کے پھول کو اگایا لیکن محدثین ان حدیثوں کو اپنی ان اصطلاحوں کے بموجب جو وہ رکھتے ہیں کلام کرتے ہیں۔

مواہب لدنیہ میں ابو الفراح نہرانی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ان حدیثوں میں جو کچھ آیا ہے نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریائے فضل و کرم کا ایک قطرہ ہے اور ان کثرت میں سے بہت تھوڑا ہے جن سے پروردگار نے اپنے حبیب کو مکرم فرمایا: محدثین کا اِن میں کلام کرنا اِصطلاحات وضاحت کے مطابق ہے جو انہوں نے اَسناد کی تحقیق و تصحیح میں منضبط فرمائے ہیں ایسا استبعاد و محال یا ناممکن ہونے کی بنا پر نہیں ہوا ہے۔ واللہ اعلم

(مدارج النبوت، مترجم، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

(نوٹ) فی الحال یہیں اختصار کیا جاتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اِس میں مزید ایڈیشن کی جائے گی۔۔۔۔۔۔۔

دار الافتاء اہل سنت کنز الایمان شاہدرہ لاہور
Dar-ul-Ifta Ahl-e-Sunnat
Kanz-ul-Iman